عائشہ نصیر احمد

تیرے وصال کی شام

مکمل ناول

"اچھا۔۔۔ تو تم لوگوں نے ابھی تک ڈیسائیڈ نہیں کیا کہ سونیا کی شادی میں کون کون جانے والا ہے۔" وہ تینوں ہی اپنی اپنی دلچسپیوں میں گم تھیں جب آپی نے اندر داخل ہوتے ہوئے پرجوش آواز میں انھیں مخاطب کیا۔ ہمہ وقت ہنسنے بولنے والی سامعہ کہیں بھی خاموشی اور اداسی باقی نہیں رہنے دیتی تھیں اور اب بھی تین تین لڑکیوں کی موجودگی کے باوجود کمرے میں جو بوجھل پن چھایا ہوا تھا اسے ان کی ایک آواز نے دور کر دیا۔

"امی اور ابو۔۔۔!" اربا نے کانوں سے ایئر فون ہٹاتے ہوئے جواب دیا۔

"جی نہیں وہ نہیں جا رہے۔ امی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور ابو کو چھٹیاں نہیں مل سکتیں۔" آپی نے اس کی غلط فہمی دور کی۔

"اسی لیے اب تم تینوں میں سے کسی دو کو تو میرے ساتھ جانا ہی پڑے گا۔"

"دو کو کیوں۔۔۔ ایک کو کیوں نہیں؟" اربا چونک کر پوچھنے لگی۔

"ظاہر ہے یہاں سے صرف ایک بندہ جائے گا شادی بھگتانے تو میری سسرال میں میری کیا عزت رہ جائے گی۔" آپی کچھ ناگواری سے بولیں۔

"پھر تو انہی دونوں سے کہیے 'میری تو نئی نئی کلاسز اسٹارٹ ہوئی ہیں۔ میں تو کہیں جانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی۔ پہلے ہی اپنی پوری کلاسز میں نالائق مشہور ہو چکی ہوں کم از کم اس سال میں اپنا ریکارڈ صاف رکھنا چاہتی ہوں۔" تمر نے موٹا سا ناول کشن کے نیچے چھپاتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"تم اور تمہاری پڑھائی۔" آپی نے اسے گھورا تو وہ کھسیا گئی۔

"تو آپ کیا چاہتی ہیں۔۔۔ میں اپنی پڑھائی چھوڑ کر محض آپ کی چہیتی نند کی شادی کے لیے اتنی دور کا سفر کروں۔ یہ دونوں تو ویسے بھی زمانے بھر کی فارغ ہیں لے جائیے انہیں گاؤں کی شادی دیکھ لیں گی۔ انجوائے کر لیں گی اور ان کا دماغ بھی فریش ہو جائے گا۔"

"گاؤں کی شادی کا تو یوں کہہ رہی ہے جیسے شہزادہ ولیم کی شادی میں شرکت کرنی ہو۔" نیل پالش لگانے میں مصروف ارفع اس بات پر طنز کیے بنا نہ رہ سکی۔

"کیا کہتی ہو تم دونوں؟" آپی نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

"میری طرف مت دیکھیے۔۔۔ موتیا کی شادی چھوڑ کر اگر میں آپ کا وہ دیہاتی میلہ دیکھنے جاؤں گی تو وہ میری جان نہیں لے لے گی۔" ارفع کے لہجے میں ایک بار پھر طنز گھلا تھا۔

"جھوٹی۔۔۔ موتیا کی شادی تو اگلے مہینے کی پانچ کو ہے۔" اربا نے فوراً ہی اسے ٹوکا۔ شاکنگ پنک نیل پالش ناخن کے بجائے ارفع کی انگلی کو رنگ دار کر گئی تھی وہ دانت کچکچا کر اسے دیکھنے لگی۔

"بکواس کرنے کے لیے کس نے کہا تھا تم سے" "آپی! ایسا کریں اربا کو لے جائیں۔ اسے ویسے بھی بڑا شوق ہو رہا ہے جانے کا۔" ارفع اسے گھورے جا رہی تھی اس کے ہونٹوں پہ شریر سی مسکراہٹ آ گئی۔

"مجھے سمجھ میں نہیں آتا۔ تم لوگوں کو گاؤں کے نام سے اتنی وحشت کیوں ہوتی ہے۔"

"مجھے گاؤں دیکھنے کا شوق ہے آپی مگر صرف گاؤں دیکھنے کا۔" اربا سنجیدگی سے بولی۔

"سنو کل رات وسیم کا فون آیا تھا بائی ایئر واپس آنے کے لیے کہہ رہے تھے۔ میں نے کہہ دیا اگر اربا

اور ارفع ساتھ ہوئیں تو پھر میں ٹرین سے آؤں گی۔"

"کیوں؟" حیرت سے اربا کی آواز بلند ہوئی۔

"یہ ہمارے ساتھ جانے کا انعام ہے یا سزا۔"

"ہمارے جانے سے تمہارا کیا مطلب ہے۔۔۔ میں کہیں نہیں جا رہی۔"

"نہیں۔۔۔ جانا تو میں نے بھی نہیں ہے۔" وہ دھیمی پڑ گئی۔

"مصیبت کیا ہے تم دونوں کو۔" آپی زچ ہو گئیں۔

"مصیبت یہ ہے کہ آپ جا رہی ہیں ابھی سے اور شادی ہے دس پندرہ دنوں بعد۔۔۔ جبکہ میرے پاس ایک بھی ڈھنگ کا سوٹ نہیں ہے پہننے کے لیے۔۔۔ شادی کے لیے تو امی لے بھی دیں مگر اتنے دن میں کیا کروں گی۔" اربا نے بالآخر اپنا مسئلہ بیان کیا۔

"بس اتنی سی بات۔۔۔ تم آج ہی میرے ساتھ چل کر جتنی شاپنگ کرنا چاہو کر لو۔" اس کا اتنا سا مسئلہ سن کر آپی پرجوش ہوئیں اور اربا کھل اٹھی اس آفر پر۔

"ہاں بھئی! ہماری آپی اب چودھری کی بیگم ہیں۔ پیسہ کہاں مسئلہ رہا ہے ان کا۔" ارفع ہنسی تھی۔

"پھر تو آپی۔۔۔ میں بھی چلوں گی۔" ثمر نے فوراً اپنا فیصلہ بدلا۔

"اور ارفع تم بھی اپنی پیکنگ کر لو۔ پرسوں تک نکلنا ہے۔ گھر کی شادی ہے اور میں اتنے دنوں سے یہاں بیٹھی ہوں کل تو وسیم اچھا خاصا غصہ ہو گئے تھے مجھ پر۔"

"کیا میرا جانا ضروری ہے۔" ارفع نے بے زاری سے انہیں دیکھا۔

"اور نہیں تو کیا۔۔۔ اماں نے تو آتے ہوئے کہا تھا مجھ سے۔ اپنی دونوں بہنوں کو ضرور لے کر آنا، ثمر تو پھر بھی میری شادی میں ہو آئی تھی۔ مگر تم دونوں تو ایک بھی بار وہاں نہیں گئیں۔"

"ہاں واقعی!" ثمر نے سر ہلایا۔

"ویسے ان کا گاؤں ہے بہت خوب صورت۔۔۔ کھیت کھلیان نہریں، باغات، کچے پکے گھر۔۔۔ ڈھور ڈنگر، بانکے سجیلے لڑکے۔۔۔؟"

"توبہ ہے ثمر۔۔۔ بہت بے شرم ہو گئی ہو۔" آپی نے ملامت کرنے والی نظروں سے اسے گھورا۔

"مذاق کر رہی تھی۔" وہ خفیف سا ہو کر منمنائی۔

"اگر ارفع نہیں جا رہی۔۔۔ تو پھر میں بھی نہیں جاؤں گی۔" اربا دھیرے سے بولی۔

"بس تو طے ہو گیا میں موتیا کی شادی مس نہیں کر سکتی اور اربا میرے بغیر جا نہیں سکتی تو ہمارا جانا کینسل۔ رہی آپ کی سسرال والوں کی بات تو آپ کی ساس اتنی بھولی اور سادہ ہیں کہ آپ کوئی بھی بہانہ بنائیں ہمارے نہ جانے کا وہ بنا طعنے تشنے دیے آپ کی بات پر یقین کر لیں گی۔" ارفع ہاتھ اٹھاتے ہوئے یکدم قطعی انداز میں بولی۔

"ٹھیک ہے تم لوگوں سے تو اب امی ہی بات کریں گی۔" چند لمحے انہیں دیکھتے رہنے کے بعد وہ کافی غصے میں کمرے سے نکل گئیں۔

"کیا کر رہے ہو تم لوگ۔۔۔ آپی کو ناراض کر دیا۔" ثمر نے تاسف بھرے لہجے میں کہا۔

ان چاروں بہنوں کی آپس کی انڈر اسٹینڈنگ مثالی تھی۔ سامعہ گو کہ بڑی تھی مگر اپنے بے تکلفانہ مزاج کے سبب اس نے کبھی اپنی بہنوں پر اپنے بڑے پن کا بے جا رعب نہیں جمایا تھا۔ وہ ہمیشہ گہری سہیلیوں کی طرح ایک دوسرے سے اپنے دل کی بات کہہ جاتی تھیں۔ مگر جب طاہر صاحب نے سامعہ کا رشتہ اپنے کزن کے بڑے بیٹے سے طے کیا جو جدی پشتی زمیندار تھے اور اپنے گاؤں کی بااثر شخصیت مانے جاتے تھے تب ان سبھی کو بے طرح جھٹکا لگا تھا اور پھر سامعہ سے زیادہ اس رشتے کی مخالفت ارفع نے کی تھی ویسے بھی وہ مزاج کی تھوڑی منہ زور واقع ہوئی تھی اور بلا جھجک اپنی ہر بات اور ہر اعتراض بابا تک پہنچا دیتی تھی اور اکثر وہ قائل بھی ہو جاتے۔ مگر اس بار ایسا نہ ہو سکا۔ ان کے نزدیک تو یہ اعتراض سرے سے کوئی اعتراض ہی نہیں تھا۔ کیا گاؤں میں رہنے والے انسان نہیں ہوتے جو وہ محض اس بنا پر اتنا شاندار رشتہ ٹھکرا دیتے۔

اسی لیے محض چند ماہ بعد ہی سامعہ دلہن بن کر رخصت ہو گئی اور جاتے ہوئے اس نے خوب ہی رونا

دھونا مچایا تھا۔ مگر اربا اور ارفع تب حیرت سے گنگ رہ گئیں جب چھ ماہ بعد وہ اپنے وجیہہ و شکیل دولہا کے سنگ ان سے ملنے آئی تھی اور خوشی کے اتنے رنگ اس کے حسین چہرے پر بکھرے ہوئے تھے کہ نگاہ ہی نہیں ٹھہر پا رہی تھی۔

"آپی تو بہت خوش لگ رہی ہیں۔" اربا حیرت سے بڑبڑائی۔

"چلو یہ خوش تو ہم بھی خوش۔" اربا نے خود کو اطمینان دلایا تھا۔

ارفع اور اربا میں ڈیڑھ سال کا فرق تھا۔ صورتوں میں مماثلت تھی قد کاٹھ بھی ایک جیسا تھا۔ اکثر پہلی بار ملنے پر لوگ انہیں جڑواں ہی سمجھتے مزاجوں میں البتہ زمین آسمان کا فرق تھا۔ نازک سے نین نقش والی اربا دھیمے مزاج کی مالک تھی۔ جس بات پر ثمر اور ارفع پانچ منٹ لمبی تقریر کر سکتی تھیں۔ وہاں اربا صرف ایک جملے سے کام چلا لیتی۔ بولتی تو کان لگا کر سننا پڑتا۔ جبکہ اس کے برعکس ارفع کے مزاج میں تندی تھی کسی ایک جگہ ٹک کر بیٹھنا اور چپ رہنا تو اس نے سیکھا ہی نہیں تھا اور ثمر بھی اسی کا پرتو تھی۔ وہ ایف ایس سی کی اسٹوڈنٹ تھی اور یہ دونوں گریجویشن کرنے کے بعد فراغت کے مزے لوٹ رہی تھیں۔ اسی لیے اب آپی کو اپنی نند کی شادی میں شرکت کرنے کے لیے انہیں تیار کرنا پڑ رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

"سنو ارفع، میں کپڑے پیک کر رہی ہوں تم لیپا پوتی کے تمام تر آئٹمز یاد سے رکھ لینا ایسا نہ ہو وہاں میک اپ کے بجائے چہرے پر صرف شرمندگی ہی نظر آئے۔" اس نے ارفع کو مخاطب کیا جو ہاتھوں میں سر گرائے بے زار سی بیٹھی تھی۔ آپی نے انہیں امی سے اچھی خاصی جھاڑ پلوانے کے بعد پھر اس کا اثر زائل کرنے کے لیے انہیں شاپنگ بھی کروائی تھی اور اب وہ بڑی شرافت سے جانے کی تیاریوں میں لگ گئی تھیں ارفع کا موڈ لیکن بحال نہیں ہو رہا تھا۔

"اب اس طرح منہ بنائے کیوں بیٹھی ہو کیا پتا وہاں جا کر تمہارا نصیب ہی کھل جائے۔ گاؤں کا کوئی سوہنا گھبرو جوان تمہارے عشق میں رانجھا بنے اور۔۔۔ پھر تم کھیتوں میں اس کے آگے پیچھے کد کڑے لگاتے کوئی پنجابی گانا گاتی پھرو۔" کمرے میں داخل ہوتی ثمر نے اپنے مخصوص انداز میں کہا تھا۔ وہ سر سے پیر تک سلگ اٹھی۔

"منہ بند رکھو اپنا۔۔۔"

"اٹھو نا ارفع! کیا کیچڑ میں پھنسی بھینس کی طرح بیٹھی ہو۔" اربا جھنجلائی اسے اپنی جگہ سے ہلتے نہ دیکھ کر اور ثمر پر جیسے ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔

"اف اربا! کیا ڈھونڈ کے مثال نکالی ہے۔"

"تمہیں کوئی اور محاورہ نہیں ملا تھا کہنے کو۔" ارفع نے قہر بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"نہیں۔ اب اس سے پہلے کہ میں ایسے ہی تین چار محاورے اور سناؤں۔ اٹھ جاؤ ورنہ عین وقت پر پھر مت ہر چیز ڈھونڈتی رہنا۔"

"ایک تو یہ ٹرین کا سفر بھی مجھے زہر لگتا ہے۔" وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مجھے تو بہت پسند ہے۔ ان فیکٹ مجھے بہت ایکسائٹمنٹ ہو رہی ہے سوچ سوچ کے۔" اربا مسکرائی۔

"تمہیں کوئی چیز بری بھی لگتی ہے۔ بائی ایئر جاتے تو چند گھنٹوں میں پہنچ جاتے۔۔۔ اب تو یہ اکتا دینے والا سفر۔۔۔ اف میرا تو سوچ سوچ کر ہی دماغ خراب ہو رہا ہے۔" بڑبڑا کر کہتے ہوئے وہ چھوٹے بیگ کی زپ کھول کر اس میں شیمپو لوشنز اور کریمز وغیرہ رکھنے لگی۔

☆ ☆ ☆

اسٹیشن پر انہیں لینے کے لیے وسیم بھائی آئے تھے ننھا صمد انہیں دیکھتے ہی خوشی سے "بابا، بابا" چلاتے ان کی گود میں چڑھ گیا۔ وسیم بھائی انہیں دیکھ کر کافی خوش ہوئے۔

"شکر ہے کسی بہانے سے ہی سہی، تم لوگوں کو بھی بہن کے گھر آنے کا خیال آیا۔" وہ بیگ جیپ میں رکھتے ہوئے بولے۔

"خیال آیا نہیں ہے۔ خیال دلوایا ہے میں نے نہ

جائے ہی سکون کرنوں کے بجائے پڑ رہی ہوتی ہیں۔" آپی نے بتایا تھا گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے ارفع نے بیک ویو مرر میں دیکھا اور اربا سے کہا۔

"بھوتنی لگ رہی ہوں ___ کیا گھر پہنچنے سے پہلے بھائی جان کسی نہر کے کنارے گاڑی نہیں روک سکتے تاکہ ہم اپنا منہ دھولیں۔"

"تمہیں ہمیشہ انوکھی ہی سوجھتی ہے۔ چپ رہو۔"

اربا نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا تھا وہ منہ بنا کر رہ گئی۔ سفر کی دھول مٹی 'تھکاوٹ اور اضمحلال نے واقعی ان کے چہروں کی رنگت اڑا دی تھی۔ ارفع کو اپنے امیج کی فکر تھی جو شہری لڑکی ہونے کی حیثیت سے آپی کی سسرال والوں کی نظر میں ان کا بنا ہوا تھا۔ اب ایسے بے حال حلیے میں وہ ان کے سامنے جاتیں تو یقیناً" وہ انہیں شہر کے بجائے کسی خانہ بدوش بستی کی لڑکیاں سمجھتے۔

شام ڈھلنے کو تھی 'سورج اپنی تمام تر تمازت سمیت ڈوب چکا تھا۔ مگر شام کی نارنجی مدھم پڑتی روشنی تاحد نگاہ تک لہلہاتی ان کھڑی فصلوں کو جگمگاتی آنکھوں کو عجیب ہی نظارہ بخش رہی تھی۔ پرندے اڑانیں بھرتے گھونسلوں کو لوٹ رہے تھے اور مویشی اپنے گلے میں پڑی گھنٹیوں کو بجاتے اپنی اپنی پناہوں کی جانب 'دور سے نظر آتے کچے پکے گھروں سے اٹھنے والا دھواں بتا رہا تھا کہ وہاں رات کے کھانے کی تیاری شروع ہو گئی تھی۔ وہی مخصوص اجلاپن 'سادگی اور تراوٹ جو دیہی ماحول کا خاصہ ہوا کرتی ہے۔ اربا گاڑی کے اندر کی فضا سے بے نیاز باہر کے مناظر میں گم تھی۔ ہوا کے سنگ آتی کھیتوں کی خوشبو سانسوں میں اتارتے اسے یکایک ہی ایک عجیب سا احساس ہوا۔ ایک لمحے کے لیے چونک کر اس نے اندر دیکھا۔ وسیم بھائی شاید آس پاس کی زمینوں کے بارے میں بتا رہے تھے۔ اس نے اپنے اندر اٹھتی بے چینی سے دامن چھڑا کے توجہ ان کی باتوں پر مرکوز کر دی مگر من میں رہ رہ کے ایک چبھن سی اٹھتی رہی۔

وسیم بھائی نے زراعت کی تعلیم حاصل کی تھی اور اب اپنی تعلیم کا تمام تر فائدہ اپنی زمینوں کو پہنچاتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے اپنی ذمہ داریاں نبھا رہے تھے۔ تاحد نگاہ تک پھیلے سرسبز لہلہاتے کھیت جو ہر سال بہت شاندار فصل دیتے تھے ان کی ملکیت تھے اس کے علاوہ پھلوں کے باغ بھی تھے جن کے بہترین پھل منڈیوں میں مہنگے داموں بک کر ان کی آمدنی کو مزید چار چاند لگا دیتے تھے۔ ان کی مالی حیثیت اس گاؤں میں سب سے زیادہ مستحکم تھی جس کا احساس فخران کے لہجے میں بول رہا تھا۔ اصل حیرت انہیں تب ہوئی جب انہیں یہ پتا چلا کہ ان کے چھوٹے بھائی زعیم نے بھی آئی آر میں ماسٹرز کرنے کے باوجود گاؤں میں رہنے اور زمینداری کرنے کو ہی ترجیح دی تھی۔

گاؤں کی حدود شروع ہوتے ہی مخصوص چہل پہل نظر آنے لگی اور نزدیک ہی کسی مسجد سے مغرب کی اذان بلند ہوئی تھی۔ گھر کے سامنے جیپ رکتے ہی وسیم بھائی گاڑی سے بیگز اتارنے لگے تھے پیچھے کسی کو آواز بھی دی تھی۔

"اوئے مجید آکر یہ سامان اندر لے جا 'میں نماز پڑھنے جا رہا ہوں۔" پھر ان کی طرف کا دروازہ کھولتے ہوئے بولے۔

"آؤ ___ تم لوگ۔" جیپ کی آواز سن کر ہی شاید گھر سے کئی چھوٹے بڑے بچے نکل کر اشتیاق بھری نظروں سے انہیں دیکھ رہے تھے۔

"یہ سارے بچے آپ کے گھر کے ہیں؟" ارفع نے کچھ حیرت سے آپی سے سوال کیا۔

"ارے نہیں ہمارے گھر میں صمد کے علاوہ کوئی بچہ نہیں ہے ___ یہ تو آج ہماری وجہ سے اور تھوڑی دیر میں کیانی بھی آجاتا ہے اسی لیے تائی اور ان کی بہو اور کلثوم خالہ آئی ہوئی ہیں۔ یہ انہی کے بچے ہیں اور کچھ آس پڑوس کے۔" آپی نے لمبی وضاحت دی ان کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے یہ خبر اندر پہنچ گئی تھی کہ بھابھی کے ساتھ دو کزیاں بھی آئی ہیں اور اسی لیے اندر جاتے ہی عجیب سی ہلچل کا احساس ہوا۔

"نی سامعہ تو نے بتایا نہیں تیری بہنیں بھی آرہی ہیں ساتھ۔" ایک بھاری بھرکم گندمی رنگت والی خاتون نے مسکراتے ہوئے اربا کو بڑے پرجوش انداز میں گلے لگایا اور آپی سے مخاطب ہوئیں۔

"جی چاچی! بالکل آخری وقت میں بنا ہے ان کے آنے کا پروگرام۔" بڑی عمر کی خواتین گلے لگاتے ہوئے ماتھے پر بوسے دے رہی تھیں اور پرجوش لڑکیوں نے بھی معانقہ جیسے خود پر فرض کر لیا تھا۔ خدا خدا کر کے یہ مرحلہ طے ہوا تو انہیں صحن میں بچھی چارپائیوں پر بیٹھنے کی اجازت ملی تھی ارفع بے دم سی ہو کر گرسی گئی اور اربا تفصیل سے گھر کا جائزہ لینے لگی در و دیوار پر نیا رنگ و روغن ہوا تھا۔ وسیع و عریض صحن جس میں دو بے حد گھنے اور چھتنار درخت سر اٹھائے کھڑے تھے ایک طرف پھولدار پودوں کی کیاریاں تھیں دوسری طرف تنور لگا ہوا تھا جس سے اٹھتا دھواں اور روٹیوں کی سوندھی سوندھی خوشبو پورے آنگن میں پھیلی ہوئی تھی صحن کے آگے بڑا سا برآمدہ تھا اور پھر لاتعداد کمرے۔ تھوڑی ہی دیر میں ان کے لیے پیتل کے کنگ سائز گلاسوں میں ٹھنڈی ٹھار لسی آگئی اربا ویسے تو لسی نہیں پیتی تھی مگر تھکن اور پیاس کے مارے ایک ہی سانس میں آدھا گلاس خالی کر ڈالا۔

"بسم اللہ آج تو بہت سوہنے لوگ آئے ہیں۔" مشفق چہرے اور مہربان سی مسکراہٹ لیے آپی کی ساس نے انہیں باری باری لپٹا کر ڈھیروں دعائیں دے ڈالیں۔ سونیا الگ انہیں دیکھ کر کھل گئی تھی۔ دھان پان سی گندمی رنگت والی سونیا کافی ملنسار اور پرجوش لڑکی تھی۔

"بہت اچھا کیا جو آپ دونوں بھابھی کے ساتھ آگئیں۔ مجھے اتنا شوق تھا آپ سے ملنے کا بھابھی بڑی باتیں کرتی رہتی تھیں آپ لوگوں کی۔" وہ ان کے ساتھ ہی آکر بیٹھ گئی بلکہ صرف ایک وہی نہیں دو تین لڑکیاں اور بھی پاس آکر بہت کچھ بولنے کے لیے بے چین نظر آرہی تھیں۔

"ہمیں خود بھی آپ سے ملنے کا شوق تھا کیونکہ آپی ہم سے بھی اکثر آپ کی باتیں کرتی رہتی تھیں۔" ارفع اس کی ایکسائٹمنٹ دیکھ کر مسکرائی۔

"میں نے تو بھابھی سے کہا تھا آپ دونوں کو ساتھ لانے کے لیے مگر پھر بھی مجھے ڈر تھا کہ پتا نہیں آپ آئیں گی بھی کہ نہیں بھابھی نے بتایا تھا آپ کو گاؤں نہیں پسند۔"

"ارے اب ایسی بھی کوئی بات نہیں آپ نے اتنے خلوص سے بلایا تھا تو ہم کیسے نہ آتے۔" اربا کو یہ سادہ سی لڑکی بہت اچھی لگی۔

سونیا کا ___ بھی تعارف شاید ابھی رہتا تھا جب اس کی اماں نے اسے ٹوکا تھا۔

"سونی! یہ باتیں بعد میں کرتی رہنا پہلے کڑیوں کو نماد ھو لینے دو لمبا سفر کر کے آئی ہیں تھک گئی ہوں گی۔"

"آؤ 'تم لوگ میرے ساتھ آجاؤ۔" اماں کی اس بات پر سامنے کی چارپائی پر نیم دراز آپی جو تھکن اتار رہی تھیں۔ اٹھ بیٹھیں پھر وہ انہیں لے کر اپنے کمرے میں آگئیں۔ آپی تو اپنے اور صمد کے کپڑے لے کر نکل گئی تھیں ارفع بیڈ پر لیٹ کر اربا کو دیکھنے لگی جسے شاید پہننے کے لیے ڈریس کا انتخاب کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

"اگر میں وسیم بھائی کی اس انلارج فوٹو کو نہ دیکھوں تو مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میں اپنے بیڈ روم میں بیٹھی ہوں۔" چند لمحے اسے دیکھتے رہنے کے بعد ارفع بولی تو وہ چونک گئی۔

"اچھا ___ اور ایسا لگنے سے تمہیں کیا حاصل ہوا؟"

اس نے سوالیہ انداز میں ابرو اچکائے۔

"تھوڑا سا اطمینان۔"

"تمہیں اطمینان حاصل ہو بھی گیا اور مجھے آتے ہی عجیب سی بے چینی ہونے لگی ہے۔"

"کیسی بے چینی۔" ارفع حیران ہو گئی۔

"پتا نہیں۔" وہ بے دلی سے بولی۔

"شاید میری چھٹی حس مجھ سے کچھ کہہ رہی ہے۔ شاید میں کسی مشکل میں پڑنے والی ہوں۔" اربا خود بھی نہیں سمجھ رہی تھی۔ اسے اچانک یہ کیا ہو گیا ہے۔

"مشکل میں تو تم واقعی پڑنے والی ہو 'یہاں

تمہارے آرجیز کے شوز ہوں گے اور نہ تمہارے فیورٹ ڈرامے صبر کر لو دل پر پتھر رکھ لو۔" اس کا انداز مذاق اڑانے والا تھا۔

کمہ کر اپنے کپڑے اٹھا کر باتھ روم کی طرف چل دی۔

"ارے! تم ایسے کیوں بیٹھی ہو؟" آپی تو مے گھنٹے بعد کمرے میں آئیں تو اسے دیکھ کر چونک گئیں۔

"تو کیا کروں وہ جو گھس گئی ہے مجھ سے پہلے اب ایک گھنٹے تک تو مجھے ویٹ کرنا ہی پڑے گا۔" اس نے بے زاری سے جواب دیا۔

"اچھا تم زعیم کا واش روم یوز کر لو۔" آپی نے اپنے دیور کا نام لیا اور وہ اچھل پڑی۔

"کیا۔۔۔؟ آپی پلیز کچھ تو ہوش سے کام لیں۔"

"تو کیا ہوا اریبا۔۔۔ وہ کون سا اپنے کمرے میں بیٹھا ہے۔۔۔ وہ لاہور گیا ہے آپا کو لانے جب تک وہ آئے گا تب تک تو تم نکل بھی چکی ہو گی۔" آپی نے اس کے اعتراض کو کوئی اہمیت نہیں دی۔

"اور جو وہ آگیا تو۔۔۔" ان کی بات پر بھی وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلی۔

"تو میں کمہ دوں گی کہ میری بہن تمہارے کمرے میں ہے۔ اسی لیے ابھی وہاں کا رخ نہ کرو۔ ویسے بھی تم کون سا ہمیشہ کے لیے اس کے کمرے پر قبضہ کرنے جا رہی ہو' تھوڑی دیر کی ہی تو بات ہے۔ زعیم کا کمرہ بالکل الگ تھلگ ہے' کوئی وہاں آتا جاتا نہیں اور زعیم کے آنے کا تو فی الحال کوئی امکان ہی نہیں ہے چلو اٹھو۔" آپی نے اطمینان دلاتے ہوئے بالآخر اسے اٹھایا۔

ویسے تو وہ جانتی تھیں کہ زعیم اپنے کمرے کو لے کر کتنا پوزیسو تھا' کسی غیر متعلقہ فرد کی تو وہ اپنے کمرے میں چھیڑ چھاڑ برداشت ہی نہیں کر سکتا تھا مگر یہاں بھی بات ان کی بہن کی تھی سو انہوں نے اس بات کو بالکل ہی پس پشت ڈال دیا۔ اپنا سوپ اور شیمپو اٹھاتے ہوئے اریبا مسلسل الجھ رہی تھی۔

پھر آپی کے کہے کے عین مطابق خیریت رہی۔ شاور لے کر نکلنے کے بعد اریبا نے اس بات پر شکر ادا کیا کہ وہ بنا کسی شرمندگی کے نکل آئی تھی' کمرے سے باہر آتے ہوئے اس کی نظر بلا ارادہ ہی بیڈ کے بالکل اوپر دیوار پر لگی اس کی تصویر پر پڑی تھی اور وہ ٹھٹک کر رک گئی نجانے کتنے ہی لمحے جب چاپ سرک گئے۔ پھر آپی کی آواز پر ہی وہ چونکی تھی۔ بمشکل اس کی سیاہ چمکدار مسکراتی آنکھوں سے نظریں چراتی وہ باہر نکلی۔

کھانے کے دوران اماں بڑی محبت سے اصرار کر کے ایک ایک چیز کھلانے پر کمربستہ تھیں۔ کھانے کے بعد دوسری لڑکیاں بھی غالباً اپنے کام ختم کر چکی تھیں اور اب ان کے گرد آ بیٹھی تھیں باتیں کرنے کے لیے کہ تب ہی باہر سے شور سا اٹھا۔

"لگتا ہے بھائی زعیم آ گئے ہیں آپا کو لے کر۔" سونیا نے خیال ظاہر کیا اور زبیدہ بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ "میں دیکھ کے آؤں۔"

"بیٹھ جاؤ۔ اندر ہی آنا ہے ان لوگوں نے۔" سونیا نے ہاتھ پکڑ کر دوبارہ اسے بٹھا لیا ایک بار اریبا کا دل چاہا وہ بھی اٹھ جائے۔ اس کے بال بے حد لمبے اور گھنے تھے اور اب تو گیلے ہو کر اسے اور بھی ڈسٹرب کر رہے تھے۔ مگر وہ ارفع کی وجہ سے بیٹھی رہی۔

"لگتا ہے یہ لوگ اندر نہیں آنے والے۔ باہر ہی بیٹھ گئے ہیں۔" زبیدہ شاید ان کے اندر آنے کے انتظار میں تھی اب باہر سے آتی آواز پہ کہنے لگی۔

"ہاں شاید۔" تائی نے سر ہلایا تو زبیدہ مزید رکے بغیر باہر نکل گئی۔ اور ادھر اریبا بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کیا ہوا؟" ارفع نے چونک کر اسے دیکھا۔

"میرے گیلے بال مجھے ڈسٹرب کر رہے ہیں انہیں سکھانے جا رہی ہوں۔" وہ دھیمے سے بولی تھی پھر وہ کمرے سے نکل کر صحن کی طرف جانے کے بجائے جہاں دوسرے سرے پر وہ سب چارپائیوں پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ وہ آپی کے کمرے میں چلی آئی۔ کیونکہ ان کا سامان ابھی تک یہیں رکھا ہوا تھا۔

☼ ☼ ☼

صبح اس کی آنکھ بہت دیر سے کھلی' شاید یہ کل کے سفر کی تھکان کا اثر تھا۔ ورنہ وہ تو فجر کی پہلی اذان کے ساتھ ہی بستر چھوڑ دیتا تھا۔ بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے اس نے سامنے دیوار گیر گھڑی کی طرف دیکھا آٹھ بج رہے تھے۔ یعنی آدھا دن چڑھ آیا تھا۔ وہ بے اختیار اٹھ بیٹھا۔ کل رات تو اسے اتنی تھکن تھی کہ اماں کو اپنا چہرہ دکھاتے ہی وہ کمرے میں آکر بستر پر یوں پڑ گیا کہ شاور لینے تک کی اس کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔

اس نے اٹھ کر الماری کھولی۔ اس کا استری شدہ سوٹ ہینگ کیا رکھا تھا۔ کپڑے اٹھاتے ہوئے وہ واش روم کی طرف آیا اور پھر کچھ چونک سا گیا۔ اسے کچھ احساس ہوا تو تھا اور جلد ہی اسے اس کی وجہ بھی سمجھ میں آ گئی۔

اس کے نہا کر نکلتے ہی بھابھی ناشتا لیے آ گئی تھیں اور صمد جو ان کا دوپٹہ پکڑے کسی بات پر ریں ریں کیے جا رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی اپنی توتلی زبان میں چاچو کہتے ہوئے اس کے پیروں سے لپٹ گیا تھا۔

"آ گیا میرا شیر۔" اس نے جھک کر اسے اٹھاتے ہوئے ہوا میں اچھالا اور وہ کھلکھلا اٹھا۔

"لگتا ہے کل رات بہت تھک گئے تھے۔ جبھی تو کسی سے سلام دعا کیے بغیر اپنے کمرے میں چلے آئے۔" بھابھی نے ناشتے کی ٹرے تپائی پر رکھتے ہوئے کہا وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"لیکن میں۔۔۔ تو سب سے ملا تھا۔" انہیں بتاتے ہوئے اس نے ذہن پر زور ڈالنے کی کوشش کی کہ کوئی رہ تو نہیں گیا۔ بھائی سے تو ڈیرے پر ہی مل لیا تھا۔ گھر میں سب استقبال کے لیے باہر ہی موجود تھے تو کون رہ گیا تھا۔

"شاید سونیا رہ گئی تھی۔" اس نے بھابھی کی طرف دیکھا اور وہ جھلا سی گئیں۔

"اوہو! میں صرف سونیا کی بات نہیں کر رہی' تمہارے جانے کے تھوڑی دیر بعد ارفع بھی آ گئی تھی سلام کرنے مگر تم نہیں تھے۔"

"اچھا۔۔۔ آپ کی بہن آئی ہیں۔" ان کی بات سمجھتے ہی زعیم کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

"کوئی بات نہیں میں اب ان سے مل لوں گا اور سلام دعا بھی کر لوں گا آپ مجھے یہ بتائیے میرے واش روم میں یہ شیمپو کس کا ہے؟" اس نے وہ بات پوچھی جو کافی دیر سے اسے الجھا رہی۔

"شیمپو!" بھابھی نے کچھ حیرت سے دہرایا۔

"شیمپو کس کا ہو سکتا ہے بھلا۔" الٹا اس سے پوچھتے وہ یہ بات قطعی بھول گئی تھیں کہ کل وہی تو اریبا کو یہاں لائی تھیں۔

"مجھے کیا پتا۔۔۔ میں تو یہاں تھا ہی نہیں۔" انہیں حیران دیکھ کر وہ اور بھی الجھ گیا۔

"اوہ اچھا۔" انہیں اچانک یاد آگیا۔

"وہ اریبا بھول گئی ہو گی۔"

"اریبا۔" زعیم نے زیر لب دہرایا۔

"ہاں وہ بھی آئی ہے میرے ساتھ۔ خیر تم ناشتا کر لو اس کے بعد باہر آؤ گے تو ان سے ملاقات ہو ہی جائے گی۔ آؤ صمد میں تمہیں چینج کرا دوں اک دن میں کپڑوں کا حشر کر دیا۔"

"ویسے بھابھی۔ اس بار آپ کی بہنوں کو کیا خیال آ گیا۔ ہمارے گاؤں کو رونق بخشنے کا۔" وہ کچھ حیرت سے دریافت کرنے لگا۔

"کل تمہارے بھائی نے یہ بات کہی تھی اور اب تم پوچھ رہے ہو۔ بھئی انہیں کیسے خیال آ سکتا تھا میں ہی لے کر آئی ہوں انہیں۔ وہ بھی تقریباً" زبردستی پتا نہیں انہیں گاؤں سے اس قدر بیر کیوں ہے۔ کبھی کبھی میں سوچتی ہوں اگر میری طرح ان میں سے بھی کسی کا نصیب کسی گاؤں والے سے جڑ گیا تب وہ کیا کریں گی۔" وہ فکر مندی سے کہہ رہی تھیں۔ زعیم نے بغور ان کا چہرہ دیکھا۔

"ایڈجسٹ کرنا پڑے گا پھر اور کیا کریں گی۔" کرسی پر بیٹھتے ہوئے وہ بے نیازی سے بولا۔

"ہاں! ایڈجسٹ تو کر لیں گی مگر شاید خوش نہیں رہیں گی۔" "آپ تو خوش ہیں نا۔"

"میں تو بہت خوش ہوں۔" ان کے مطمئن سی ہنسی چھلکی تھی۔ وہ بھی مسکرا دیا۔

زبیدہ ان کے لیے ناشتا لے آئی تھی۔ ارفع اپنے

بالوں میں برش کر رہی تھی اور اربا اسی وقت منہ ہاتھ دھو کر آئی تھی۔

"اب تم بال بھی بناؤ گی۔" اسے برش کی طرف ہاتھ بڑھاتے دیکھ کر ارفع کی آواز بلند ہوئی۔

"یہاں ناشتا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔"

"تو کر لو تم ناشتا۔ جب تک میں اپنے بال نہ سمیٹ لوں مجھے چین نہیں آئے گا۔" وہ جلدی جلدی بالوں میں برش چلانے لگی۔

"تو کس نے کہا ہے ناگن جیسی زلفیں رکھنے کو کسی دن سوتے میں تمہارے یہ بال کٹ ہی دوں گی دیکھ لینا۔" ارفع بری طرح چڑ گئی۔

"وہ دن تمہاری زندگی کا آخری دن ہو گا۔" اس کے برعکس اربا اطمینان سے بولی تھی اور اب اپنے ریشمی بالوں کی چوٹی بنانے لگی۔

"آپی کہاں ہیں زبیدہ؟" وہ زبیدہ سے مخاطب ہوئی جو کافی حیرت سے ان کے مکالمے سن رہی تھی۔

"وہ۔۔۔" ابھی وہ جواب دینے بھی نہیں پائی تھی کہ اسی وقت آپی چلی آئیں۔

"ماشاء اللہ بڑی لمبی عمر ہے آپ کی۔" ارفع نے انہیں دیکھتے ہی کہا۔ آپی اس کی بات پر دھیان دیے بغیر پیچھے مڑ کر کسی کو آواز دیتے ہوئے بولیں۔

"اندر آجاؤ زعیم۔" اربا نے یہ سنتے ہی جھپٹ کر بیڈ سے اپنا دوپٹہ اٹھایا اور شانوں پر پھیلا لیا۔ ارفع الرٹ ہو کر بیٹھ گئی اور تب ہی وہ نظر آیا تھا۔ اپنے دراز قد کے سبب قدرے جھک کر کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اپنے بھاری لب و لہجے میں سلام کیا اس نے اور ارفع بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور پھر مسکراتے ہوئے سلام کا جواب دیا۔ دراز قامت اور مضبوط جسامت والے اس خوبرو نوجوان کو دیکھ کر اسے اچانک ہی ثمر کی بات یاد آگئی۔

"کہیں اس کا اشارہ زعیم کی طرف ہی تو نہیں تھا۔" اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

"زعیم! یہ ارفع ہے اور یہ اربا۔" آپی تعارف کروا رہی تھیں زعیم کی نظر ارفع سے ہوتی ہوئی اربا پر گئی تھی اور پھر جیسے وہیں ٹھہر گئی صرف ایک لمحے کی بات تھی مگر اس ایک لمحے میں ہی اس کے ساتھ وہ کچھ ہو گیا جو اس سے پہلے اس کے ساتھ کبھی نہیں ہوا تھا۔ اربا بھی اسی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کی نظروں سے نظر ملتے ہی جو برق سی اس کے پورے وجود میں کوندی تھی اس نے اربا کو مزید اس کی آنکھوں میں دیکھنے نہیں دیا۔ وہ بے اختیار نگاہیں جھکا گئی۔ زعیم کو اپنے آپ میں آتے صرف ایک پل لگا۔ اس بے حد قلیل سی مدت میں ان کے ساتھ کیا واردات ہو گئی تھی۔ اس کی کمرے میں موجود باقی نفوس کو خبر تک نہیں تھی۔

"خوش آمدید ہمارے گھر میں اور گاؤں میں۔ کیسا لگا آپ کو۔" وہ ارفع سے مخاطب ہوا۔

"کیا؟ گاؤں، گھر یا لوگ۔" ارفع نے الٹا اسی سے پوچھ لیا کچھ شریر سے لہجے میں۔ زبیدہ نے عجیب سی نظروں سے اسے دیکھا۔

"چلیے لوگوں کے بارے میں ہی بتا دیجیے۔" وہ مسکرا دیا اس کے انداز پر ارفع دل ہی دل میں اس کی دلکش مسکراہٹ کی معترف ہو گئی۔

"ابھی لوگوں سے واسطہ ہی کہاں پڑا ہے، جو میں لوگوں کے بارے میں بتاؤں۔" وہ بے نیازی سے بولی تو زعیم کی سیاہ آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"کمال ہے اتنے مضبوط تعلق کے جڑ جانے کے بعد بھی کسی اور واسطے کی ضرورت رہ جاتی ہے بھابھی سن رہی ہیں آپ اپنی بہن کی باتیں انہوں نے تو ہمیں شرمندہ ہی کر دیا۔" وہ مصنوعی تاسف سے بولا تو ارفع گڑبڑا گئی۔

"شاید اس واسطے کی بات کر رہی ہے جو اس کا براہ راست کسی سے پڑے گا۔" آپی کی اس بات پر تو وہ مزید خجل ہو گئی۔

"میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ میں کبھی شاید۔۔۔" اس نے کہتے کہتے زعیم کی طرف دیکھا اور پھر ہنس پڑا۔

"آپ نے تو مجھے کنفیوژ ہی کر دیا۔ خیر آپ کھڑے کیوں ہیں بیٹھیے نا۔" اسے اچانک ہی خیال آیا تب ہی زبیدہ جو گم سم سی کھڑی تھی۔ جلدی سے ایک

موڑھا زعیم کے قریب رکھ دیا۔ مگر وہ کھڑا ہی رہا۔

"مجھے ابھی کسی کام سے جانا ہے۔ میں بس آپ لوگوں سے ملنے آیا تھا۔ کل رات تو ملاقات ہو نہیں پائی تھی۔ آپ لوگ غالباً ناشتا کر رہے تھے۔ میں نے ڈسٹرب کر دیا۔" اس کی نظریں ناشتے کے لوازمات پر پڑیں تو کہہ اٹھا۔

"میں چلتا ہوں۔۔۔ آپ لوگ ناشتا کیجیے۔" وہ پلٹ کر جانے کو تھا جب ارفع بول اٹھی۔

"ہمیں اپنے گاؤں کی سیر ضرور کرائیے گا۔"

"ضرور۔" مسکرا کر کہتے اس کی نظریں ایک بار پھر اس کی جانب اٹھیں۔ دل میں پھوٹتی چنگاریوں سے شاید کوئی چنگاری آنکھوں ہی آنکھوں سے اس کے دل کو بھی چھو گئی تھی۔ جبھی تو اس کے چہرے پر گلال بکھرا تھا اور پلکیں لرزنے لگی تھیں۔ زعیم وہاں سے نکل آیا تھا مگر آتے ہوئے اپنی سب سے قیمتی چیز وہیں چھوڑ آیا تھا۔

☼ ☼ ☼

بیری کے گھنے درخت کی چھاؤں میں وہ سب ایک ہی چارپائی میں بیٹھی تھیں۔ نہ جانے کیا باتیں ہو رہی تھیں۔ برآمدے میں چاچی سے اپنے بالوں میں تیل لگواتی اربا کے کانوں تک وقتاً فوقتاً گونج اٹھنے والی ان کی ہنسی ضرور پہنچ رہی تھی۔ ارفع اپنے دوستانہ مزاج کے سبب بہت جلد ان سب سے گھل مل گئی تھی مگر اربا کا تکلف ابھی تک دور نہیں ہوا تھا۔ تائی بھی پاس ہی بیٹھی چاچی سے نہ جانے کدھر کدھر کے قصے چھیڑے ہوئے تھیں۔ وہ خاموشی سے صحن میں دوڑتے کھیلتے بچوں کو دیکھنے لگی۔ تائی کے بیٹے شاید کہیں سے کوئی مینڈک پکڑ لائے تھے اور اب حمود کو اس سے ڈرا رہے تھے وہ پہلے تو پرجوش تھا اور اب خوف زدہ ہو کر چلانے لگا تھا۔ اسی وقت آپی ٹرے میں لسی کے گلاس لیے چلی آئیں۔

"تمہارے لیے چائے لا رہی ہوں اربا۔" تائی اور چاچی کو گلاس پکڑا کے وہ اس سے مخاطب ہوئیں۔

"نہیں آپی۔۔۔ مجھے بھی لسی ہی دے دیجیے۔" وہ بولی تو آپی نے کچھ حیران سا ہو کر اسے دیکھا وہ خوامخواہ ہی سٹپٹا گئی۔

"اچھا لے آتی ہوں۔ تم لسی نہیں پیتیں اس لیے میں نے۔۔۔" آپی کی نظر صمد پر پڑی تو بات ادھوری چھوڑ کر چلا اٹھیں۔

"اف خدایا! صمد۔۔۔ یہ کیا کیا تم نے۔" اس کے سفید کپڑے مٹی میں لت پت ہو کر اپنی اصل رنگت کھو چکے تھے۔ آپی کی ڈانٹ سے مشابہ چیخ پر وہ ہراساں ہو گیا۔

"یہ صبح سے تیسرا سوٹ ہے جو میں چینج کروا چکی ہوں۔۔۔ کہا تھا نا میں نے مٹی میں مت کھیلنا۔۔۔ پھر کیوں کیا کپڑوں کا یہ حال۔" انہوں نے کڑے لہجے میں دریافت کیا تھا۔ صمد رو ہی پڑا۔

"حد کر دی ہے سامعہ۔ اتنا ڈانٹنے کی کیا ضرورت ہے۔ صفائی کا خبط تمہیں ہے۔ وہ تو بچہ ہے کھیلے گا تو کپڑے گندے ہو ہی جائیں گے۔ کون کہتا ہے تمہیں دن میں تین تین بار کپڑے بدلوانے کو۔" تائی غصہ ہو گئیں بھتیجے کی رونی صورت دیکھ کر اربا نے اسے پاس آنے کا اشارہ کیا تو وہ روتا ہوا اس کے پاس دوڑا چلا آیا۔

"اتنی بار کپڑے چینج نہ کراؤں تو کہیں سے یہ انسان کا بچہ لگے ہی نہیں۔ جتنا میں منع کرتی ہوں اتنا ہی یہ مٹی میں لوٹ پوٹ ہوتا رہتا ہے۔" وہ دبی دبی ناگواری سے بولیں۔ یہ کچا صحن تو ان کے لیے دردِ سر بن گیا تھا۔ جب صمد چھوٹا تھا تب اسے مٹی کھانے کی لت پڑ گئی تھی اور اب کھیلنے کی۔ یہ آپی کی نفاست پسند طبیعت ہی تھی کہ ہر وقت صمد کی شامت آئی رہتی تھی۔

"صحن پختہ کروا لیں تو مسئلہ ہی نہیں رہے گا۔" صمد کے آنسو صاف کرتے ہوئے اربا نے دھیرے سے کہا۔

"اور اس کے لیے اماں کو منائے کون۔۔۔ انہیں تو آج تک اس گھر کے کچے در و دیوار قلق میں مبتلا کیے رہتے ہیں کیا کہ ان کے سامنے صحن پختہ کرنے کی بات کی جائے۔" تائی نے جواب دیا۔

"پچھلے سال وسیم نے اوپر دو تین کمرے ڈلوانے کی بات کی تھی اور چچا نواز نے بھی تائید کی مگر اماں اس پر اتنا ناراض ہوئیں کہ الامان — حالانکہ ایسے شادی کے موقع پر جتنا بڑا ہمارا خاندان ہے۔ مہمانوں کو ٹھہرانے کا مسئلہ تو ہو ہی جاتا ہے ابھی تو خیر سے زعیم کی شادی بھی ہونی ہے۔ مگر اماں کی وہی ایک رٹ کہ جتنی تبدیلیاں اس گھر میں ہونی تھیں ہو گئیں۔ اب مزید کوئی تبدیلی وہ برداشت نہیں کرنے والیں۔" آپا شاید خاصی نالاں تھیں اپنی اماں کی قدامت پرست طبیعت سے اربا کو حیرت ہوئی اتنا بڑا گھر تو تھا کیا اس کے باوجود مہمانوں کو ٹھہرانے کا کوئی مسئلہ ہو سکتا تھا وہ صرف یہ سوچ کر رہ گئی۔

آپی صبر کے چلانے کی پروا کیے بغیر اسے نہلانے لے گئی تھیں۔ مگر جاتے ہوئے تائی کے ہاتھ اس کے لیے لسی کا گلاس ضرور بھجوا دیا تھا۔ وہ سیدھی ہو کر اپنے بال سمیٹنے لگی۔ تب ہی بھاری قدموں کی دھمک سنائی دی تھی۔ اور پھر اس کی بھاری آواز۔

"بھابھی کہاں ہیں؟"

"وہ تو کاکے کو نہلانے لے گئی ہے — کوئی کام تھا پتر۔" چاچی نے پوچھا۔

"ہاں، وہ مہمان آئے ہیں ساتھ والے گاؤں سے، ذرا چائے پانی کا انتظام کر لیں۔" اربا اوپر نہیں دیکھ رہی تھی مگر اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ اسے ہی دیکھ رہا ہو۔

"وہ زبیدہ کر لے گی۔ زبیدہ! اپنی کھی کھی بند کر اور ادھر آ کر چائے پانی دیکھ لے — مہمان آئے ہیں۔" انہوں نے زبیدہ کو پکارا تھا۔ زبیدہ میں یہ سنتے ہی جیسے بجلی بھر گئی تھی۔ وہ فوراً" ہی اٹھ کر اس طرف چلی آئی۔

"کیا بناؤں۔ چائے یا شربت۔" وہ زعیم سے پوچھ رہی تھی۔ زعیم متذبذب سا ہو گیا۔

"بھابھی بنا لیتیں تو اچھا ہوتا۔"

"کیوں میں اچھی چائے نہیں بناتی۔" وہ خفا سی ہو گئی ساتھ غیر ارادی طور پر پراندے میں الجھنے لگی۔

"سچ کہوں تو نہیں۔" اس نے صاف گوئی سے کہا۔ اربا نے سر اٹھا کر اسے دیکھا وائٹ لان کے قمیص شلوار میں اس کی شاندار شخصیت کچھ زیادہ ہی نمایاں تھی۔ گندمی پیشانی پر بکھرے اس کے سیاہ چمکیلے بال۔ مغرور سی ناک اور بوجھل بوجھل سی اس کی گہری سانولی آنکھیں اس سے پہلے کہ یہ آنکھیں ایک بار پھر اس پر اٹھتیں اربا نے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا تھا۔

"دیکھ لیں بے بے انہیں تو میرے ہاتھ کی چائے پسند ہی نہیں آپ نے ایویں ہی مجھے اٹھا دیا۔"

"چل نی — زیادہ نخرے نہ کر جو شاندہ بنائے گی تو کسے پسند آئے گا دودھ اور پتی تیز ڈال کے اچھی سی چائے بنا لے جا۔" چاچی نے اس کے شکوے پر دھیان دیے بغیر گھرکا تھا۔ وہ منہ بناتے چلنے لگی۔

"ٹھیک ہے میں مجید کو بھیج دوں گا اور ایسا نہ ہو کر صرف چائے بنا کر ہی جان چھڑا لیں۔"

"فکر نہ کریں۔ میں حلوے بھی بنا دوں گی۔" زبیدہ اسے تسلی دے کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔

"آپا! آپ بھی جا کر دیکھ لیں پلیز۔ میرے دوستوں کو جلدی ہے زیادہ دیر نہیں ٹھہریں گے۔" زعیم نے آپا کی طرف دیکھ کر کہا۔ مگر پھر اس کی نظر پلٹ نہیں سکی۔ وہ آپا کے ساتھ ہی تو بیٹھی تھی اسے نظر انداز کرنا ممکن ہی نہیں تھا۔ اربا جو پہلے ہی اس کو دیکھ رہی تھی۔ نظروں کے اس اچانک تصادم پر گھبرا سی گئی۔ وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ پھر یکایک ہی گھنی مونچھوں تلے اس کے لبوں پر دبی دبی مسکراہٹ در آئی تھی۔ دوسرے ہی پل وہ جانے کے لیے پلٹ گیا اور ادھر اربا حیران سی رہ گئی۔

"یہ مجھے دیکھ کر مسکرایا کیوں؟" وہ الجھ رہی تھی۔ اسی وقت آپا کا بیٹا دوڑتا ہوا آ کر اس سے ٹکرا گیا اس کے ہاتھ سے گلاس چھوٹ گیا تھا۔ برآمدے کے فرش پر پھیلتی لسی دیکھ کر اسے لمحہ بھر کو افسوس ہوا اور تب ہی اسے اچانک زعیم کی مسکراہٹ کی وجہ سمجھ میں آ گئی۔ اس کا چہرہ آپ ہی آپ خجالت سے سرخ پڑ گیا۔

☼ ☼ ☼

صبح صادق کے ہلکے سے دھندلکے میں، صحن میں ایک طرف جہاں پختہ اینٹوں سے بنے برتن دھونے کے لیے ایک جگہ بنائی گئی تھی۔ ارفع فجر کی نماز کے لیے وضو کر رہی تھی زعیم اسی وقت مسجد سے لوٹا تھا اور اسے دیکھ کر اس کے ہاتھ کی بابت دریافت کرنے لگا۔

"سنا ہے آپ کا ہاتھ جل گیا ہے۔"

"آپ ہاتھ کی جلن کا پوچھ رہے ہیں۔ میرا تو کلیجہ جلا رہا ہے کل شام سے انہوں نے طعنے دے دے کر۔" ارفع فوراً" ہی بول اٹھی اپنے بے تکلف انداز میں۔

"کون کس کی بات کر رہی ہیں۔" زعیم الجھ گیا۔

"آپی اور اربا — اور کون؟" اس نے منہ بنا کر بتایا۔

"مجھ سے غلطی ہو گئی جو میں نے اربا کے سامنے یہ کہہ دیا کہ میں تنور میں روٹیاں بنانا چاہ رہی ہوں۔ اس نے یہ سنتے ہی مجھے دے دیا چیلنج اور بس اسی چکر میں، میں نے اپنے ہاتھ کا یہ حال کر دیا۔ پہلے میں نے سوچا تھا خالہ سے دودھ بلونا بھی سیکھوں گی مگر ہاتھ کے جلنے کے بعد اب دولتیاں کھانے کی ہمت نہیں۔ بس جی بن گئی میں دیسی گرل۔" ارفع کا انداز ایسا تھا کہ زعیم کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ امڈ آئی۔

"آپ یہ سب کیوں سیکھنا چاہ رہی ہیں۔ یہ تو آپ کی بہن کو سیکھنا چاہیے۔" دوسرا جملہ اس نے دل میں سوچا تھا۔

"آج آپ جلدی جاگ گئیں یا یہ بھی سیکھنے سکھانے کا ہی کوئی سلسلہ ہے۔"

"ارے کہاں! اربا نے ہی جگایا ہے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کے کہ اٹھو کے دیہات کی سویر دیکھو اور دیکھیے گا خود نماز پڑھنے کے بعد دوبارہ بستر میں گھس جائے گی اور میں — اف دیر ہو گئی۔" اسے اچانک ہی احساس ہوا تھا۔ روشنی پھیلنے لگی تھی۔

"میں نے شیطان بن کر آپ کی راہ کھوٹی کر دی۔" زعیم نے ہنس کر کہا۔

"کوئی بات نہیں میرا وضو تو بس پانچ منٹ میں ہو جائے گا۔"

"آپ کے لیے ناشتا لے آؤں؟" زبیدہ جو مرغیوں اور ان کے چوزوں کو باہر کی راہ دکھانے کے بعد بلا مقصد ہی ادھر ادھر ٹہل رہی تھی زعیم سے پوچھنے لگی۔

"اماں کے کمرے میں لے آؤ — میں انہی کے ساتھ ناشتا کروں گا۔" زعیم نے کہا۔

"یہ زبیدہ ویسے بھی اتنی ہی مستعد ہے یا پھر زعیم کو دیکھ کر ہی ایسی ہو جاتی ہے۔" ارفع نے اسے دیکھ کر چند لمحے سوچا پھر سر جھٹک کر وضو کرنے لگی۔

"سامعہ! بچیوں نے ناشتا کر لیا؟" وہ اماں کے پاس ہی بیٹھا تھا جب بھابھی کے ناشتا لانے پر انہوں نے پوچھا۔

"نہیں اماں! ارفع تو نماز پڑھ رہی ہے اور اربا پھر سے سو گئی ہے۔"

"ہیں — پھر سے سو گئی۔" اماں کو حیرت ہوئی۔ زعیم کے ہونٹوں پر مبہم سی مسکراہٹ آ گئی ارفع نے بھی کچھ ایسا ہی کہا تھا۔

"یہ اربا تو پاگل ہے نیند کے پیچھے کوئی اسے جگائے نہ جائے تو یہ سارا دن سوتی ہی رہے۔"

"چھوٹی کہ بڑی؟" اماں ان کے ناموں میں گڑبڑ کر جاتی تھیں اکثر تو وہ ارفع کو اربا اور اربا کو ارفع کہہ کر پکار لیتیں۔

"چھوٹی اماں — بڑی ارفع ہے۔" بھابھی نے بتایا حالانکہ وہ جانتی تھیں تھوڑی دیر بعد اماں نے پھر سب بھول جانا ہے۔

"حسنہ سے کہہ وہ بھی ادھر ہی آ کر ناشتا کر لے۔" اماں نے انہیں تاکید کی تو وہ سر ہلا کر باہر نکل گئیں۔ پھر آپا بھی آ گئیں اور بیٹھتے ہی انہوں نے جو موضوع چھیڑا زعیم کی حسیات بیدار ہو گئی تھیں۔

"اماں! لڑکی تو گھر ہی کی ہے۔ میں سوچ رہی تھی کیوں نہ — سونیا کی شادی میں لگے ہاتھوں ہم زعیم کی منگنی بھی کر دیں کیا خیال ہے آپ کا؟" زعیم

کی منگنی کی بات کر کے وہ اس سے کچھ پوچھنے کے بجائے اماں کا خیال جاننا چاہ رہی تھیں۔ وہ حیرت زدہ سا انہیں دیکھتا رہا۔

"خیال تو چنگا ہے۔ پہلے اس سے تو پوچھ لو۔ یہ جو بیٹھا ہے لاٹ صاحب۔" اماں کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔

"کس لڑکی کی بات کر رہی ہیں آپ؟" وہ کشادہ پیشانی پر شکنیں ڈالے انہیں دیکھنے لگا۔

"زبیدہ کی اور کس کی؟" آپا کو اس کے انجان بننے پر حیرت ہوئی اور اسے نہ چاہتے ہوئے بھی غصہ آگیا۔

"کیا مصیبت ہے۔ جب میں ایک بار آپ لوگوں کو اپنا فیصلہ سنا چکا ہوں پھر کیوں بار بار بحث چھیڑی جاتی ہے۔"

"دیکھ لیا اس کے انہی تیوروں کے آگے تو میں چپ رہ جاتی ہوں۔" اماں آپا کو مخاطب کر کے ناگواری سے بولیں۔

"پھر کیوں لیتی ہیں آپ زبیدہ کا نام۔" زعیم نے بے بسی سے انہیں دیکھا۔

"کیونکہ گھر کی بچی ہے۔ ہماری دیکھی بھالی ہے۔ بے چارے بھائی نواز نے تو کبھی منہ سے بھاپ نہیں نکالی مگر زینت تو شروع سے ہی آس لگائے بیٹھی ہے۔" ان کے لہجے میں ہلکا سا تاسف تھا۔

"آپ کو مجھ سے پوچھے بغیر انہیں کوئی آس نہیں دلانی چاہیے تھی۔"

"لو اور سنو۔۔۔ کیوں نہ دلاتی میں انہیں آس مجھے تو ہمیشہ ہی زبیدہ بڑی پیاری لگی ہے کل کلاں کو کوئی اور رشتہ ڈال جاتا تو ہاتھ تو میں نے ہی ملنے تھے۔ مجھے کیا پتا تھا سولہ جماعتیں پڑھ کے تیرا دماغ آسمان تے چڑھ جائے گا۔" انہیں اور غصہ آگیا۔

"ایسی بات نہیں ہے اماں۔۔۔ آپ سمجھ کیوں نہیں رہی ہیں۔" وہ زچ ہو گیا۔ آپا یہ موضوع چھیڑ کر اطمینان سے ناشتا کرنے لگی تھیں اور یہاں زعیم کی جان پھنس گئی تھی۔

"تو پھر کیا بات ہے۔ آخر خرابی کیا ہے زبیدہ میں صرف یہ کہ وہ پڑھی لکھی نہیں ہے پھر تو اس پنڈ کی کوئی بھی کڑی تیرے پاسے کی نہیں ہو گی میں کہاں سے ڈھونڈوں گی تیرے لیے ایسی سوہنی وہٹی جو پڑھی لکھی بھی ہو۔" وہ ناراضی بھرے لہجے میں دریافت کرنے لگیں۔

"آپ کو ڈھونڈنے کی کیا ضرورت ہے اماں اس نے اپنے لیے کوئی دیکھ ہی لی ہو گی جبھی تو اتنے شد و مد سے انکار کیے جا رہا ہے۔" چائے کی چسکیاں لیتے آپا نے استہزائیہ انداز میں کہا۔

"خدا کے لیے آپا کم از کم آپ تو مجھے سمجھنے کی کوشش کیجیے میں نے زبیدہ کے بارے میں کبھی اس طرح سے نہیں سوچا میرے اور اس کے مزاج میں زمین آسمان کا فرق ہے اور پھر۔۔۔ وہ مجھے ہمیشہ سونیا کی طرح لگی ہے۔" اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیسے انہیں اپنی بات سمجھائے۔

"وہ تو پھر بھی تمہارے ساتھ اس گھر میں پلی بڑھی ہے۔ تمہارا مزاج بخوبی سمجھتی ہے۔ مگر اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ جو انجان لڑکی تمہاری زندگی میں آئے گی اسے بھی تمہارے مزاج سے آشنائی ہو۔" آپا نے نکتہ اٹھایا تھا وہ چند لمحے انہیں دیکھتا رہا پھر قدرے توقف سے بولا۔

"آپ سے کس نے کہا میں کسی انجان ان دیکھی لڑکی سے شادی کروں گا۔" آپا یکایک ہی چونک کر بغور اسے دیکھنے لگیں۔

"تو لگتا ہے۔ واقعی تم نے کوئی لڑکی پسند کر لی ہے۔ شہر کی ہے یا یہیں کی؟"

"شہری ہی ہو گی اسی لیے تو آئے دن دوڑ لگی رہتی ہے شہر کی طرف۔" اماں بے زاری سے بولیں اور وہ جو کافی دیر سے ضبط کیے ہوئے تھا بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ لوگوں کو سمجھانے سے بہتر ہے انسان دیواروں سے سر پھوڑ لے۔" تلخ لہجے میں کہہ کر وہ ناشتا کیے بغیر ہی کمرے سے نکل گیا۔ اماں اسے آوازیں دیتی رہ گئیں۔

"سوچ رہی ہوں زینت سے بات صاف کر ہی لوں۔"

اماں پرسوچ انداز میں بولیں تو آپا چونک گئیں۔

"مرضی ہے آپ کی ویسے بھی زعیم جیسے اڑیل بندے کے ساتھ زبردستی تو کی نہیں جا سکتی دیکھ ہی لیا آپ نے کتنا غصہ ہو کر گیا ہے۔ چاچی کو جان کر دکھ تو ہو گا مگر بہرحال یہ زندگی بھر کا معاملہ ہے۔" آپا نے سنجیدگی سے کہا تھا۔ اماں سر ہلا کر رہ گئیں۔

* * *

"اف کتنی گرمی ہے۔ سورج نے شاید آج ہی اپنی تمام تر تپش ہم پر برسانے کا تہیہ کر رکھا ہے۔" ارفع اپنے لان کے دوپٹے سے اپنا پسینہ پونچھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ آج وہ سونیا، زبیدہ اور ناجی کے سنگ گاؤں کی سیر کو نکل آئی تھی۔ حالانکہ ناجی نے کہا بھی۔

"دوپہر میں کچھ زیادہ ہی گرمی ہوتی ہے صبح میں چلیں گے۔" مگر ارفع نے بے فکری سے اس کی بات اڑا دی اور اب اسے اپنا فیصلہ احمقانہ لگنے کے ساتھ ساتھ سفاکانہ بھی لگ رہا تھا کیونکہ اس کے ساتھ وہ تینوں بھی تپتے ہوئے چہروں کے ساتھ سورج کی یہ ناراضی جھیلنے پر مجبور تھیں۔ البتہ اریبہ نے صاف انکار کر دیا تھا کہ وہ اس گرمی میں نکل کر بیمار ہونے کا رسک نہیں لے سکتی۔ سونیا کے آنے پر بھی آپا اور چاچی نے بڑا شور مچایا کہ دو دن بعد اس کی شادی ہے اور یہ پورے پنڈ میں اس طرح لور لور پھرے گی تو لوگ کیا کہیں گے مگر ارفع نے اس کی سائیڈ لی اور پھر اماں کی حمایت بھی شامل ہوئی تو انہیں چپ ہونا پڑا تھا۔

سنسان سی دوپہر گاؤں کے گلی کوچوں کو گرما رہی تھی۔ سر پر روٹی کی چنگیریں رکھے کھیتوں سے واپس آتی جفاکش مزارعوں کی عورتیں جب انہیں دیکھتیں تو آنکھوں میں خلوص کی چمک ابھر آتی۔ پھر وہ چند لمحے رک کر ان سے بات چیت ضرور کرتیں گاؤں کے واحد سیکنڈری اسکول کی چھٹی کی گھنٹی بج چکی تھی اور بچے اسکول کی قید سے رہائی پاتے اچھلتے کودتے گھروں کو پہنچنے کی جلدی میں تھے۔

"ہائے اللہ جی! کہیں آپ کو لو ہی نہ لگ جائے۔" سونیا اس کے سرخ چہرے کو دیکھ کر گھبرا گئی۔

"ڈونٹ وری۔۔۔ میں ٹھیک ہوں۔" اب تو اسے اپنی حماقت نبھانی ہی تھی۔

"فکر نہ کریں۔ کچھ ہی دیر میں ہم ندی کے پاس پہنچنے والے ہیں۔ وہاں تو گرمی کا نام و نشان تک نہیں ہوتا۔" پتا نہیں ناجی سچ کہہ رہی تھی یا پھر یہ اسے تسلی دینے کی ایک کوشش تھی۔

وہ لوگ گاؤں کی حدود سے نکل آئے تھے اور اب دور دور تک گندم کے کھیتوں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ زمین کے سینے پر بکھرا سبز و سنہری رنگ کا خوب صورت امتزاج جو آنکھوں کو بہت بھلا لگ رہا تھا ہوا میں ایک عجیب سی خوشبو پھیلی ہوئی تھی گرم مگر تیز ہوا جب گندم کی سنہری بالیوں پر بکھرتی تو تاحد نگاہ تک کھیتوں میں اٹھنے والی ہر لہر مبہوت کر دیتی۔

"کاش میں کیمرہ ہی لے آتی۔" وہ یہ منظر دیکھ کر دم بخود تھی۔

"تو ان کھیتوں میں ایسا کیا ہے جو آپ نے ان کی فوٹو کھینچنی تھی۔" ناجی کے لیے یہ منظر نیا نہیں تھا اس لیے کچھ بے زاری سے بولی۔ اس کھیت سے کچھ ہی آگے آنے کے بعد انہیں زعیم نظر آگیا۔ جس کھیت میں وہ کھڑا تھا وہاں کٹائی کا کام زوروں پر تھا۔ اور وہ مزارعوں کے ساتھ۔۔۔ گفت و شنید میں مصروف تھا گرمی نے شاید اس پر بھی بڑا اثر کیا تھا جبھی تو گریبان کے اوپری دو بٹن کھولے آستینیں کہنیوں تک فولڈ کیے کھڑا تھا۔ اس کی گندمی رنگت دھوپ کی شدت سے سرخ ہو رہی تھی اور کنپٹیوں پر پسینے کی دھاریں یوں بہہ رہی تھیں گویا پانی۔

"ہوں۔۔۔ تصویر کھینچنے کا اصل موقع تو اب آیا ہے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے زیر لب مسکرائی۔ اس نے بھی انہیں دیکھ لیا تھا۔ اس لیے تھوڑی ہی دیر میں ان کے پاس چلا آیا۔

"اس سے پہلے کہ آپ حیران ہوں اور میری دماغی حالت پر شبہ کریں۔ میں آپ کو بتا دوں کہ میری طبیعت کے بے صبرے پن نے میرے ساتھ انہیں بھی اس جلتی دوپہر میں جلنے بھننے پر مجبور کر دیا ہے اور

اب میں واقعی بہت پشیمان ہوں۔" اس کے قریب آتے ہی ارفع کی زبان چل پڑی۔ وہ بے اختیار ہنس پڑا۔ زبیدہ نے اس لمحے بہت چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"آپ کو پشیمان ہونے کی قطعی کوئی ضرورت نہیں۔ گرمی کا اثر تو ابھی تھوڑی ہی دیر میں زائل ہو جائے گا اور ان کے لیے آپ پریشان نہ ہوں یہ گاؤں کے لوگ ہیں عادی ہیں اس گرمی کے کیوں؟" اس نے گویا ان سے تائید چاہی۔

"اور نہیں تو کیا۔ مجھے تو ان کی فکر ہو رہی تھی۔ پہلی بار ہمارے گاؤں آئی ہیں کہیں بیمار ہی نہ پڑ جائیں۔" سونیا جھٹ بولی تو ارفع نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"بے فکر رہو تمہاری شادی سے پہلے تو میں بیمار ہرگز نہیں پڑوں گی۔" سونیا بے تحاشا جھینپ گئی بھائی کے سامنے ایسی بات پر۔

"ارہا نہیں آئیں آپ کے ساتھ؟" زعیم کا دل جس چہرے کو دیکھنے کا متمنی تھا وہ نظر نہیں آیا تو بجھ سا گیا۔

"نہیں خود کو صحیح الدماغ ثابت کرنے کے لیے اس نے اس گرمی میں نکلنے سے صاف منع کر دیا۔" ارفع بولی تھی۔

"یعنی کافی نازک مزاج ہے آپ کی بہن۔" وہ دھیرے سے مسکرایا۔

"ہاں وہ تو ہے۔ لیکن اصل میں اسے شروع سے ہی یہی پرابلم ہے بہت زیادہ گرمی ہو تو وہ برداشت نہیں کر پاتی۔۔۔ بیمار پڑ جاتی ہے۔" اب کے ارفع نے سنجیدگی سے کہا۔

"وہ تو ہو گا ہی۔" اس کے تصور میں اس کا نرم و نازک دلکش سراپا لہرایا تو سیاہ آنکھوں کی چمک کئی گنا بڑھ گئی۔

"آپ لوگ آئیں میرے ساتھ۔" اسے یک بیک ہی احساس ہوا کہ وہ آگ اگلتے سورج کے عین نیچے کھڑے تھے۔

زعیم کی ہمراہی میں وہ باغ تک آئے تو فضا میں ہر سو پھیلی پکے آموں کی مہک نے ان کا استقبال کیا پیڑوں کی ٹھنڈک اور تراوٹ نے لمحہ بھر میں ان کے دل و دماغ کو تراوت بخش دی تھی وہاں موجود ایک ادھیڑ عمر شخص جو شاید یہاں کا رکھوالا تھا۔ زعیم کو دیکھتے ہی اس طرف چلا آیا۔

"سلام زعیم چھوٹے۔ پروہنے آئے ہیں۔"

"جی چاچا۔۔۔ ہمارے شہری مہمان ہیں۔ آپ ذرا طافو سے کہہ کر شربت کا انتظام تو کروائیں۔"

"اچھو جی۔۔۔ ابھی کرواتا ہوں۔ آج تو گرمی بھی غضب کی پڑ رہی ہے۔" وہ موسم پر تبصرہ کرتے چلے گئے تو ارفع نے زعیم کی طرف دیکھا۔

"بہت خوب صورت جگہ ہے میں اپنی زندگی میں پہلی بار آم کا باغ دیکھ رہی ہوں اور شاید آخری بار بھی۔"

"کیوں۔۔۔ آخری بار کیوں؟" زعیم چونک گیا۔ تھوڑی دیر پہلے ندی کے ٹھنڈے پانی سے منہ دھوتے ہوئے اس نے اپنے گیلے ہاتھ بالوں میں پھیرے تھے اور اب اس کا گریبان بھی تر ہو رہا تھا۔

"کل کس نے دیکھا ہے۔ کیا پتا دوبارہ میرا یہاں آنا ہو نہ ہو۔" کچھ بے نیازی سے کہتی وہ نازی اور سونیا کی تلاش میں نگاہیں ادھر ادھر دوڑانے لگی۔ مگر وہ نہ جانے کہاں چلی گئی تھیں جبکہ زبیدہ پاس ہی ایک درخت سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔

"یہ تو آپ پر ہے۔ آپ یہاں آنا چاہیں گی تو ہم سو بار بسم اللہ کہیں گے۔" وہ ہنسا۔

"نہیں تفریح کے لیے تو ایک بار ہی کافی ہے۔ میرا نہیں خیال کہ دوبارہ آنے کی نوبت آئے گی۔"

"اور جو آنے کی صورت بن گئی تو۔" بے اختیار زعیم کے لبوں سے پھسلا۔

"میں نے کہا نا کوئی چانس نہیں۔" وہ ہنس کر بولی اس کا لہجہ قطعیت بھرا انداز دیکھ کر زعیم چاہ کر بھی یہ نہ پوچھ سکا۔

"کیا ارہا بھی گاؤں سے اتنی ہی الرجک ہے جتنی کہ آپ۔"

"مجھے تو آپ پر بھی حیرت ہوتی ہے زعیم آپ اتنے پڑھے لکھے ہیں کہ شہر میں کوئی بھی اچھی جاب با آسانی آپ کو مل سکتی ہے۔ آپ بہت آسان زندگی گزار سکتے ہیں۔ شہر اور گاؤں کا فرق تو آپ کو اچھی طرح معلوم ہو گا۔ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں۔" اپنی بات کر کے ارفع نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تو وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔

"نہیں۔۔۔ آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں؟"

"جب میں نے وسیم بھائی کے بارے میں سنا تھا۔ مجھے تب بھی بہت حیرت ہوئی تھی۔ لیکن پھر میں نے سوچا کہ وہ اپنے گھر کے بڑے بیٹے ہیں۔ اپنی خاندانی زمینوں کی دیکھ بھال کرنا ان کی ذمہ داری ہے ان کی مجبوری بھی ہے۔ مگر زعیم آپ نے تو مجھے ششدر کر دیا۔ اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ اپنے گاؤں اور زمینوں سے دور نہ جانے کا فیصلہ آپ نے کسی مجبوری میں نہیں کیا بلکہ آپ خود ہی یہاں سے کہیں اور نہیں جانا چاہتے۔"

"آپ نے بالکل ٹھیک اندازہ لگایا ہے ارفع۔۔۔ ہم یہاں سے کہیں نہیں جانا چاہتے کیونکہ ہم یہاں سے کہیں اور جا ہی نہیں سکتے اپنی مٹی سے محبت ہم دیہاتی لوگوں کے خون میں رچی بسی ہوتی ہے۔" وہ سچائی سے کہہ رہا تھا۔ ارفع خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"گردش دوراں اگر ہمیں کسی اور جگہ لے بھی جائے تو بھی ہماری روح گاؤں کی ان کچی پکی گلیوں میں بھٹکتی رہتی ہے ہمارے لہو میں شامل اس مٹی کی خوشبو ہمیں کہیں اور چین سے جینے ہی نہیں دیتی ہمیں یہیں لوٹ کے آنا پڑتا ہے میں نے شہری زندگی کو بھی بہت قریب سے دیکھا ہے۔ اپنے تعلیمی دور کا ایک بڑا حصہ میں نے لاہور جیسے شہر میں گزارا ہے اور در حقیقت تب ہی مجھے ادراک ہوا کہ زندگی یہ نہیں ہے اس جگمگاتی بھاگتی دوڑتی دنیا میں ہوا کے جھونکے کے مانند گزر جانے والی اور تیز رفتاری کا یہ عالم کہ پیچھے مڑ کر دیکھو تو ڈھونڈنے پر کسی خوب صورت یاد کی پرچھائیں تک نہ ملے۔ زندگی تو یہاں بخشی جاتی ہے جہاں فطرت اپنے تمام تر رنگوں میں جلوہ افروز ہوتی ہے۔ جہاں بناوٹ اور تصنع کا تصور تک نہیں جہاں زندگی سادگی، سچائی اور خوب صورتی کا نام ہے۔ کسی درخت کی جڑیں کاٹ دیں اسے پانی دیتے رہنے سے وہ ہرا بھرا نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح آسائشات اور تعیشات کبھی بھی انسان کی ذہنی و قلبی طمانیت کا باعث نہیں بن سکتیں اگر اسے اس کی جڑوں سے الگ کر دیا جائے تو۔۔۔ اب تو آپ سمجھ ہی گئی ہوں گی کہ میں نے شہر کی زندگی چھوڑ کر گاؤں کی سادہ زندگی کا انتخاب کیوں کیا۔" اس نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے اس طرف دیکھا تو اس نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"یقیناً" سمجھ گئی۔" اسی اثنا میں چاچا جی ایک بڑی سی ٹرے میں شربت کے گلاس لیے چلے آئے تھے۔

"لیجیے ارفع جی! تربوز کا ٹھنڈا ٹھار شربت لیجیے گرمی کے لیے اکسیر ہے۔"

"یہ تینوں کہاں گئیں؟" گلاس تھامتے ہوئے وہ کچھ حیرت سے بولی۔ کچھ دیر پہلے تک زبیدہ سامنے کھڑی تھی اب وہ بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔

"شاید کہیں آم توڑ رہی ہوں گی۔ نازی کو بڑی پریکٹس ہے۔" زعیم نے ہنس کر کہا اور پھر واقعی اس کی بات صحیح ثابت ہوئی۔ نازی واپس آئی تو اوڑھنی میں ڈھیر سارے پکے آم تھے۔

"بس زعیم بھائی نازی نے آپ کے ایک بیر کا کام تو ہلکا کر دیا۔" سونیا ہنستے ہوئے بولی۔ زعیم مسکرا کر رہ گیا۔

واپسی میں نازی نے سامنے نہر والے راستے سے لے جانے کی بات کی تھی سونیا نے تائید کی البتہ زبیدہ چپ چپ سی تھی گرمی سے بے حال بچے قمیصیں اتارے ٹیوب ویل کے پانی میں نہانے میں مصروف تھے انہیں دیکھا تو شرمانے اور جھینپنے لگے ارفع کا دل تو اس ٹھنڈے میٹھے پانی کو دیکھتے ہی مچل اٹھا۔ پہلے تو تکتی رہی پھر خود بھی اس کھیل میں شامل ہو گئی۔

"بس کرو۔ کپڑے گیلے ہو گئے تو گھر کیسے جائیں گے۔" نازی نے بالآخر اسے روکا وہ ہنستے ہوئے اٹھ

کھڑی ہوئی۔

☼ ☼ ☼

رات کو اریبا باہر آئی تو نانی کو صحن میں بستر لگاتے دیکھا۔ ابا نے آنے کے بعد اپنا بستر صحن میں ہی لگوایا تھا اور اب ان کی دیکھا دیکھی سونیا اور زبیدہ بھی باہر ہی سونے لگی تھیں۔ اریبا کو یہ سب بہت انوکھا اور خوشگوار لگا۔ کھلی فضا میں تاروں بھرے آسمان تلے سونا۔ مگر ارفع کھلے میں سونے کے لیے تیار نہیں تھی۔ مجبوراً اسے بھی اپنی خواہش دبانی پڑی۔

"آئیں نا اریبا۔۔۔ بیٹھیں۔۔۔ آپ کھڑی کیوں ہیں؟" نانی نے اسے کھڑے دیکھ کر کہا۔ وہ صمد کو گود میں اٹھائے ایک چارپائی پر آکر بیٹھ گئی۔

"آپ کو تو دیر تک جاگنے کی عادت ہو گی۔ یہاں نیند آجاتی ہے اتنی جلدی۔" وہ پوچھنے لگی۔

صحن میں اس وقت ان دونوں کے سوا کوئی نہیں تھا۔ آپا اندر چاچی اور زبیدہ کے ساتھ سونیا کے جہیز کے کپڑے پیک کرنے میں مصروف تھیں۔ اماں شاید نماز پڑھ رہی تھیں اور آپا ندیم بھائی کے کپڑے پریس کر رہی تھیں اسی لیے وہ انہیں تنگ کرتے صمد کو کہانی کا لالچ دے کر باہر لے آئی۔ سونیا اور ارفع کا البتہ کوئی پتا نہیں تھا پھر اسے نانی نے بتایا کہ سونیا ارفع کو چھت پر لے گئی ہے۔

"سچ کہوں تو نہیں آتی نہ جانے کتنی دیر کروٹیں بدلتی رہتی ہوں کراچی میں ہمیں سوتے سوتے بارہ ایک تو بج ہی جاتا ہے۔" اریبا نے مسکراتے ہوئے بتایا۔

"نانی؟" کچن میں موجود نوری خالہ نے اسے آواز دی تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں ابھی آتی ہوں۔"

"آپی! کہانی سنائیں۔" صمد نے اپنے ننھے ننھے ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھاما۔

"ابھی سناتی ہوں آپی کی جان۔" اریبا نے اسے چوما اس کی معصوم آنکھوں میں نیند جھلکنے لگی تھی۔ اپنی چوٹی کو شانے پر آگے کرتے وہ تکیہ ٹھیک کر کے اسے بازو میں لے کر لیٹ گئی جنگل کے جانوروں کی کہانی سناتے وہ اس کے نرم نرم بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھی۔ تھوڑی دیر میں اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں اریبا نے احتیاط سے اس کے سر کے نیچے سے اپنا بازو نکالا تھا اور ایک گہری سانس لے کر آسمان کی طرف دیکھنے لگی۔

جہاں تک نظر جاتی تھی سیاہ آسمان پر تارے ہی تارے بکھرے پڑے تھے۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے آسمان اس کے بے حد نزدیک ہو۔ یہاں وہ ہاتھ بڑھائے گی اور کئی ستارے اس کی مٹھی میں سمٹ آئیں گے۔ دن کی بہ نسبت اس وقت موسم کافی خوشگوار ہو گیا تھا۔ ہولے ہولے چلتی ٹھنڈی ہوا گرمی کا رہا سہا احساس بھی ختم کر گئی تھی۔ ماحول میں رچی نم سی ٹھنڈک کو اپنی سانسوں میں اتارتے اس نے بیری کے درختوں کی طرف دیکھا جو رات کی تاریکی میں کسی آسیب کا مسکن معلوم ہو رہا تھا۔

اسے یہ سب کچھ بہت دیکھا بھالا لگ رہا تھا۔ پتا نہیں یہ گاؤں کی اس رومان پرور فضا کا اثر تھا یا پھر دل کو اچانک ہی جکڑ لینے والے جذبے کا انوکھا اور نو خیز احساس کہ اسے کراچی جیسے شہر میں گزارے گئے اپنے شب و روز ایک خواب لگنے لگے تھے۔ حقیقت تو یہ تھی جسے وہ اب جی رہی تھی اور جسے اس نے اب جیا تھا۔ دل۔۔۔ اس یقین پر دھڑک رہا تھا اور کبھی جو وہ اپنے اندر سے اٹھتی اس آواز کو نظر انداز کرنے کی کوشش کرتی تو اس کا دل اس کے وجود میں طوفان اٹھا کر اپنی ناراضی جتانا شروع کر دیتا۔

"یہ کیا ہو گیا ہے مجھے۔۔۔ کیا یہ اچھا نہ ہوتا کہ میں اس بار بھی یہاں نہ آتی۔" اس نے آنکھیں بند کرتے ہوئے سوچا تھا اور تب وہ بوجھل بوجھل سی آنکھیں اپنی تمام تر فسوں خیزی سمیت جلوہ گر ہو گئیں۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں دل کی دھڑکنیں تیز ہو چلی تھیں۔ یہ اس کے ساتھ کوئی پہلی بار نہیں ہوا تھا جب سے وہ آنکھیں پہلی بار اس پر اٹھی تھیں تب سے ہی ان کا فسوں اسے سر کیا اپنی گرفت میں لے رہا تھا اور اب تو یہ عالم تھا کہ جذبوں سے دہکتی یہ بولتی ہوئی آنکھیں اسے اکیلے میں بھی چونکا دیتیں۔ خود میں سمٹنے پر مجبور کر دیتیں۔ اس کے اندر باہر ایسا سحر پھونک گیا تھا کہ اب وہ اپنے آپ کی بھی نہیں رہی تھی حالانکہ وہ نظریں چرانا چاہتی تھی کہ دامن بچانا چاہتی تھی۔ خود کو کتنا سمجھایا تھا اس نے کہ محض کسی کی نظروں سے جھلکتے ایک ان کہے، ادھورے پیغام کی خاطر شوق کی ایک مختصر تحریر پر اپنے دل و جان وار کر دینا کہاں کی عقلمندی ہے۔ مگر دل نے جیسے سارے اختیارات اس سے چھین کر اپنے پاس محفوظ کر لیے تھے اور وہ بے بسی سے اپنے لٹ جانے کا تماشا دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہوا؟ سو تو نہیں گئی ہو۔" ارفع کی آواز اس کے کانوں میں آئی تھی اور پھر اس کا ہاتھ کافی زور سے اس کے بازو پر پڑا۔ اس نے کراہ کر آنکھیں کھولیں۔

"کیا مصیبت ہے؟" بازو سہلاتے ہوئے وہ اسے گھورنے لگی۔

"تمہیں سونے کا موڈ ہے؟" ارفع نے بغور اس کی سرخ ہوتی آنکھوں کو دیکھا۔

"نہیں۔" اس نے نظریں پھیر لیں مگر اٹھنے کی کوشش نہیں کی۔

"صمد کہاں ہے؟" اسے اچانک ہی اس کا خیال آیا۔

"آپی اسے لے گئی ہیں۔" ارفع ہینڈ کریم سے ہاتھوں کا مساج کر رہی تھی۔

"اچھا مجھے پتا ہی نہیں چلا۔" وہ حقیقتاً حیران ہوئی۔

"تم سو جو رہی تھیں۔ پتا کیسے چلتا۔" اس کی سرخ آنکھوں سے ارفع نے یہی اندازہ لگایا۔

"میں سو نہیں رہی تھی۔ بلکہ شاید ہاں میں سو ہی رہی تھی۔" اس کی بڑبڑاہٹ واضح تھی۔ اس بے ربط بات پر ارفع نے عجیب سی نظروں سے اسے دیکھا۔

"یہاں آ کر تم پوری پاگل ہو گئی ہو یا نہیں کیا کرتی رہتی ہو سارا دن۔ اس طرح بے زار ہو کر یہ دن گزارنے تھے تو یہاں آنا ہی نہیں تھا اگر ان لوگوں کی [illegible] تمہیں اپنے لیول کی نہیں لگتی تو صرف میں ہی دو چار باتیں کر لیا کرو۔" ارفع کو بولنے کا موقع مل گیا اور اپنی چوٹی کے بلوں سے کھیلتی خاموشی سے اسے سنتی رہی۔

"خیر چھوڑو۔" اسے کوئی رد عمل ظاہر نہ کرتے دیکھ کر ارفع نے خود ہی بات بدلی۔

"آپی بتا رہی تھیں ثمر کا فون آیا تھا۔ کیا کہہ رہی تھی؟" وہ تکیہ ذرا سا کھینچ کر اس کے برابر میں ہی لیٹ گئی۔

"کچھ خاص نہیں تمہارے بارے میں پوچھا اس نے تو میں نے کہہ دیا جو تھوڑی بہت عقل اس کے پاس ہے اسے بھی گاؤں کے ڈھور ڈنگروں میں بانٹنے لگی ہے۔ سہ پہر میں آئے گی تو بات کر لینا۔"

"ویری فنی!" اس کے سادہ لہجے میں چھپے طنز پر وہ بری طرح تپ گئی۔

"باقی لوگ کہاں ہیں؟" اریبا نے آس پاس کی خاموشی محسوس کر کے اس کی طرف دیکھا۔

"بڑے کمرے میں۔۔۔ سونیا کی شادی پر ڈسکشن چل رہی ہے۔" اس نے بتایا پھر اچانک ہی کچھ خیال آنے پر پرجوش ہو کر اس کا کندھا ہلایا۔

"پتا ہے اریبا۔۔۔ میں نے ایک بات نوٹ کی ہے۔۔۔ یہ جو زبیدہ ہے نا۔۔۔ یہ زعیم کو پسند کرتی ہے۔" اس کا لہجہ دھیما ہوا تھا بتاتے بتاتے۔

"نہ پسند کرتی تو حیرت کی بات ہوتی۔" کروٹ بدلتے ہوئے اس نے سوچا مگر کہا کچھ اور۔

"تمہیں کیسے پتا؟"

"کہہ تو رہی ہوں نوٹ کیا ہے اور تم۔۔۔ میری طرف دیکھو نا میں تمہارے تاثرات نہیں دیکھوں گی تو مجھے بات کرنے کا مزا نہیں آئے گا۔" ارفع جھلائی۔

"یہی تو میں چاہتی نہیں ہوں کہ تم میرے تاثرات دیکھو۔" وہ صرف سوچ کر رہ گئی۔

"بتاؤ۔۔۔ تمہاری اس بات کی بنیاد کیا ہے؟" اس کے اصرار پر اریبا نے اس کی طرف دیکھا اور دلچسپی بھی ظاہر کی۔

"بنیاد و نیاد کا تو مجھے نہیں پتا۔" وہ اپنے ازلی لاپروا

انداز میں بولی۔

"لیکن اتنے دنوں سے ہم یہاں ہیں تو میں کوئی بے وقوف، بھونندو یا خبط تو ہوں نہیں تمہاری طرح کہ اتنی سی بات نہ محسوس کر پاؤں۔"

"تمہاری مشاہداتی صلاحیت پر مجھے کبھی بھروسا نہیں رہا، اسی لیے جانے دو۔" اربا نے پھر اس کی بات طنز میں اڑائی مگر ارفع سنی ان سنی کر کے کہنے لگی۔

"مگر مجھے نہیں لگتا کہ زعیم کو بھی اس میں کوئی دلچسپی ہے۔ آج اس سے رسمی باتوں سے ہٹ کر باتیں ہوئیں تو مجھے اندازہ ہوا کہ درحقیقت زعیم کتنا نفیس اور سلجھا ہوا انسان ہے۔ میں تو بہت متاثر ہو گئی ہوں اس سے۔ زبیدہ بھی پیاری ہے مگر سچ تو یہ ہے کہ ان کی ذہنی سطح بالکل بھی ایک دوسرے سے میل نہیں کھاتی۔" بات کرتے کرتے اس کی نظر اربا کے چہرے پر پڑی تو کہا۔

"تمہیں میری بات کا یقین نہیں آرہا نا۔ کبھی زبیدہ کے سامنے زعیم کا نام لو پھر دیکھو۔ وہ کیسے بلش کرتی ہے۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔" اس کا انداز اب بھی نہ ماننے والا تھا مگر اس سے پہلے کہ ارفع اس قائل کرنے کے لیے پھر کوئی دلیل دیتی تائی جائے لیے چلی آئیں۔

"تھینکس یو تائی جی! میرے سر میں بڑا درد ہو رہا تھا۔" چائے کا کپ لیتی ارفع نے ممنونیت سے کہا۔ وہ بھی اٹھ بیٹھی پھر زبیدہ اور سونیا بھی آگئی تھیں اور ارفع ان کے پاس بیٹھ کر حسب معمول اپنے قصے سنانے لگی تھی جبکہ وہ الگ تھلگ سی بیٹھی چائے کا کپ ہاتھ میں پکڑے نجانے کیا کیا سوچے جا رہی تھی کہ چائے ٹھنڈی ہونے کا احساس بھی نہ رہا تھا۔ اس کا دھیان تب بٹا جب دور کہیں سے سرسراتی ہوا کے سنگ آتی وہ مدھر کی دھن اس کے کانوں تک پہنچی وہ ایک دم سے چونک گئی۔

"یہ… یہ بانسری کی آواز ہے نا… کہاں سے آ رہی ہے؟" اس بات پر خوش گپیوں میں مصروف ان سبھی نے اس کی طرف دیکھا۔

"مجھے تو کوئی آواز نہیں آ رہی۔ یقیناً" تمہارے کان بج رہے ہیں۔" ارفع نے یوں مشکوک نظروں سے اسے دیکھا گویا وہ نیند میں بول اٹھی ہو۔

"آ رہی ہے… میں سچ کہہ رہی ہوں تم غور سے سنو تو سہی۔" اس کے لہجے میں اصرار تھا کیونکہ وہ نامعلوم مگر بے حد خوب صورت پرسوز سی دھن تو اسے ابھی تک سنائی دے رہی تھی۔

"اچھا ہاں۔" تائی نے سر ہلایا شاید اسے بھی سنائی دے گئی تھی۔

"یہ ریحو چاچا کا بیٹا ہے۔ بڑی خوب صورت دھنیں بجاتا ہے بانسری پہ۔ چوپال میں جب رات کو سب اکٹھے ہوتے ہیں تو اکثر اس سے فرمائش کر کے کوئی دھن سنی جاتی ہے۔" تائی اسے جواب دے کر پھر سے اپنی باتوں میں مصروف ہو گئی۔

اس نے آنکھیں بند کر کے اپنا پورا دھیان اس دھن پر لگا دیا۔ ان لمحات میں اسے یوں لگ رہا تھا جیسے کسی نے بانسری پہ یہ تان صرف اسی کے لیے چھیڑی ہو۔ اس کے رگ و پے میں دوڑتا اضطراب حیرت انگیز طور پر ختم ہونے لگا تھا۔

☼ ☼ ☼

آج پٹواری دین محمد کے اکلوتے بیٹے کی شادی تھی جو زعیم کا جگری دوست بھی تھا اس کی شادی کی تمام تر تیاریوں میں زعیم نے ایک بھائی کی طرح حصہ لیا تھا اور آج بارات کے دن بھی تمام انتظامات اسی نے سنبھالنے تھے۔ مگر اسے تیار ہوتے ہوتے دیر ہو گئی۔

اس وقت وہ کچھ عجلت سے خود پر پرفیوم اسپرے کر رہا تھا جب اسے زبیدہ کی آواز سنائی دی۔

"بھابھی پوچھ رہی ہیں آپ کے لیے ناشتا لے آؤں؟" اس کا لہجہ جھجکتا ہوا تھا۔

"ہوں!" وہ چونکا تھا پھر گھڑی پر نگاہ ڈالتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں… مجھے دیر ہو رہی ہے۔" بلیک شلوار اور نیوی بلیو کلر کے کرتے میں اس کی مسحور کن شخصیت کچھ اور بھی نکھری لگ رہی تھی گھنے سیاہ بالوں کو سلیقے سے جمائے… وجیہہ چہرے پر تازہ شیو کی نیلاہٹیں لیے وہ ہمیشہ کی طرح اتنا بے نیاز لگ رہا تھا گویا اسے اپنی سحر انگیزی کا ادراک ہو اور نہ کسی کے تسخیر ہونے کی پروا کون مسحور ہوتا ہے اور کون مفتوح اسے شاید کوئی خبر ہی نہیں تھی۔ یک ٹک اسے دیکھتے ہوئے زبیدہ کو بے اختیار اس کی ہنسی یاد آئی ہمیشہ لیے دیے رہنے والا زعیم اس دن ارفع کی بات پر کتنا کھل کر ہنسا تھا اور کتنی باتیں کی تھیں ارفع نے آتے ہی اس مغرور شہزادے کی چپ توڑ ڈالی تھی اور ایسا کیوں ہوا زبیدہ نے یہ سوچا تو اس کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر مسل دیا۔

"کچھ اور بھی کہنا ہے؟" زعیم نے پلٹ کر اسے ہنوز دروازے میں کھڑا دیکھا تو پوچھ لیا۔

"ن… نہیں۔" وہ بڑبڑا سی گئی تھی اور پھر تیزی سے واپس پلٹ گئی۔

"ارفع یہاں دیکھو۔" کمرے سے نکلتے ہی اس کی میٹھی مدھر آواز نے زعیم کے قدم روک دیے۔ وہ میمنے کو گود میں لیے کھڑی تھی۔ زعیم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔

"ارے 'یہ' تمہیں کہاں سے ملا؟" ارفع نے دیکھتے ہی حیرت سے دریافت کیا۔

"ذرا ادھر لانا تو؟" ارفع نے آگے بڑھ کر اس کے کان پکڑے۔

"دور ہٹو ارفع! اسے کانوں سے پکڑنے پر یہ برا مانتا ہے۔" وہ جلدی سے پیچھے ہٹی۔

"اوہو! اتنا جان گئی ہو اسے۔" اس نے ہنس کر مذاق اڑایا۔

"جی ہاں! یہ میرا پکا والا دوست بن گیا ہے۔"

زعیم انہیں اپنی موجودگی کا احساس دلانے کے لیے ہولے سے کھنکارا دونوں نے بیک وقت چونک کر اسے دیکھا مگر اس کی نظریں تو صرف اس کے خوشنما چہرے کا طواف کر رہی تھیں جو اسے دیکھتے ہی گلابی پڑ گیا تھا۔ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے اس نے جھک کر میمنے کو چھوڑا۔ ٹی پنک کلر کے لباس میں اس کی دلکشی و رعنائی کے سامنے زعیم کو گلاب کی تشبیہ بھی ہیچ محسوس ہوئی۔ وہ تھی ہی اتنی سبک اتنی لطیف، اتنی نازک کہ زعیم اسے زیادہ دیر دیکھنے سے بھی ڈرتا تھا کہ کہیں وہ ٹوٹ نہ جائے، بکھر نہ جائے۔ اس وقت بھی اس نے بڑی مشکل سے اس پر سے اپنی نظریں ہٹائی تھیں۔ اسے اپنی نظروں کی گرمی کا اندازہ نہیں تھا مگر اپنے دل میں بھڑکتے آتش شوق سے تو وہ بخوبی واقف تھا جب اس کے اندر کی تڑپ اسے اتنی شدت سے اس کی طرف دیکھنے پر مجبور کرتی تھی تو یہ کیسے ممکن تھا کہ اس کانچ کی گڑیا پر اس کی نظروں کا کچھ اثر نہ ہوتا۔

"کہیں جا رہے ہیں زعیم؟" ارفع نے پوچھا۔

"ہاں… وہ میرے دوست کی شادی ہے۔ یہاں قریب ہی گھر والے بھی انوائیٹڈ ہیں۔ آپ بھی ضرور آئیے گا۔ کچھ رونق ہلا گلا دیکھ لیں گی۔"

"اچھا۔" ارفع نے سر ہلایا۔

"لیکن شام میں تو آپ کی تائی کی طرف دعوت ہے۔ وہاں جانے کی بھی تیاری کرنی ہے… اربا تم چلو گی؟" اس نے روئے سخن اس کی جانب موڑا۔

"نہیں۔" اس نے جواب دینے میں ایک لمحہ بھی نہیں لیا۔

"کیا… نہیں؟" ارفع اس کے فوری جواب پر الجھ گئی۔

"خود ہی تم پوچھ رہی ہو؟" وہ شاید الجھانے کی عادی تھی۔ زعیم کی نگاہیں پھر سے بے اختیار ہونے لگیں۔

"کیوں…؟" ارفع کو غصہ آگیا۔

"میرا موڈ نہیں ہے… تمہیں دعوت دی ہے تم ہی جاؤ۔" آخری جملہ اس نے دل میں سوچا کچھ جھنجلا کر جب وہ ارفع سے مخاطب ہو سکتا تھا اس سے باتیں کر سکتا تھا تو اس سے کیوں نہیں، پھر وہ مزید رکے بغیر وہاں سے چلی آئی۔

"آپ کی بہن اپنے موڈ کی بہت سخت ہیں۔" زعیم نے ارفع سے کہا تو اس نے ہنستے ہوئے سر ہلا دیا۔ صحن سے برآمدے میں آتا لے کر نکلتی زبیدہ کے قدموں میں اس منظر نے زنجیر ڈال دی تھی۔

"میں تو شکر ادا کر رہی ہوں کہ کراچی میں ایک ایسیہ

موڈ سوار نہیں ہوا ورنہ اس وقت وہ آپ کو یہاں نظر نہ آتی۔"

"پھر تو اس بات پر مجھے شکر ادا کرنا چاہیے۔" وہ دھیرے سے بڑبڑایا تھا مگر ارفع سن نہیں پائی تھی۔

☼ ☼ ☼

"اربا! تمہارے لیے کون سے کپڑے نکالوں پریس کرنے کے لیے۔" وہ بیڈ پر بیٹھی صمد کو گدگدا رہی تھی جب آپی نے کمرے میں داخل ہو کر پوچھا تھا۔

"میرے لیے کپڑے۔۔۔ لیکن میں نے تو ابھی ہی چینج کیا ہے۔" اربا نے کچھ حیرت سے انہیں آگاہ کیا۔

"میں آج شام کے لیے پوچھ رہی ہوں۔۔۔ نائی کے ہاں نہیں جانا۔" آپی پاس ہی آکر بیٹھ گئیں۔

"نہیں! میرا دل نہیں چاہ رہا میں گھر میں ہی ٹھیک ہوں۔" نظریں اپنے ناخنوں پر جمائے وہ بے دلی سے بولی۔

"کیا مطلب ہے اربا۔ گھر میں کیا کرو گی۔ تم یہاں کچھ تفریح کرنے آئی تھیں ناکہ قید ہونے کے لیے اور پھر انہوں نے اتنے پیار سے بلایا ہے۔ نہیں جاؤ گی تو انہیں برا لگے گا نا!" وہ سمجھانے لگی تھیں۔

"نہیں لگے گا برا۔۔۔ ارفع تو جا ہی رہی ہے آپ کہہ دیجیے گا۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔" اس کا انداز قطعی تھا۔

"تو گھر میں اکیلے رہ کر تم کیا کرو گی؟" انہیں پریشانی ہونے لگی اس کی ضد پر۔

"اکیلے کیوں۔۔۔؟ اماں اور خالہ کے علاوہ آپا بھی نہیں جا رہیں نا؟" اربا نے ان سے تصدیق چاہی۔

"ہاں کیونکہ وہ اور تاجی شادی میں جا رہی ہیں بلکہ جا چکی ہیں شام سے پہلے تو واپس نہیں آئیں گی اور تھوڑی دیر میں ہم بھی چلے جائیں گے۔ پھر صرف خالہ، چاچی اور اماں ہی رہ جائیں گی جو تمہیں کمپنی دے سکتی ہیں نہ تمہارے ساتھ گپ شپ کر سکتی ہیں کیا کرو گی تم اکیلی بور ہو جاؤ گی۔"

"میں دونوں کی آپی" آپ فکر نہ کریں یہ جائیں ہمارے جانے کا کیا پروگرام ہے؟" اس نے موضوع بدلتے ہوئے پوچھا تو آپی نے اسے یوں دیکھا جیسے اس کی دماغی حالت پر شبہ ہو۔

"پاگل ہو گئی ہو اربا۔۔۔ تمہیں یہاں آئے دن ہی کتنے ہوئے ہیں تمہیں جانے کی بھی سوجھنے لگی۔"

"آٹھ دن ہو چکے ہیں آپی' آپ کا حساب کتاب کافی کمزور ہے۔" وہ مسکرائی۔

"تمہیں ہو کیا گیا ہے اربا۔۔۔ آتے ہوئے تو تم بالکل ٹھیک تھیں مجھے بلکہ ارفع کی فکر ہو رہی تھی کہ یہاں زیادہ دن تک نہیں رہ پائے گی مگر اب وہ تو ٹھیک ہے اور تمہیں نہ جانے کیا ہو گیا ہے۔" انہیں غصہ آگیا تھا۔

"ابھی سونیا کی شادی ہو جانے دو۔ اس کے بعد ہی تمہارے جانے کا سلسلہ بنے گا فی الحال تو بھول ہی جاؤ" وہ صمد کو گود میں اٹھائے باہر نکل گئیں۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر تکیے پر سر گرا دیا۔

"کاش! ایسا ہو کہ آج جب تم گھر آؤ تو میں تمہیں کہیں نظر نہ آؤں۔۔۔ تمہاری نظریں مجھے ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک جائیں اور تب تمہیں پتا چلے میرے جانے کا شاید تب ہی تم میرے بارے میں پوچھ لو۔ میرا نام لے لو۔" وہ تکیے میں منہ دیے بے قراری سے سوچ رہی تھی اسے احساس بھی نہیں تھا اور تکیہ تر ہوتا چلا جا رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

گھر سے نکلنے تک انہوں نے جتنی افراتفری اور جتنا ہنگامہ مچایا تھا۔ ان کے نکلنے کے بعد اس قدر سکون ہو گیا تھا۔ تاجی اور آپا ابھی تک واپس نہیں آئی تھیں۔ وہ چند لمحے تو برآمدے کے ستون سے ٹیک لگائے صحن میں ادھر سے ادھر پھدکتی چڑیوں کو دیکھتی رہی جو میدان خالی پا کر ہمت کرتے ہوئے پیڑ سے اتر آئی تھیں اور اب ان کے چہچہانے میں ایک عجیب سی سرخوشی اور آزادی کا اظہار تھا گویا وہ اس پورے صحن کو اپنی راجدھانی تصور کر رہی ہوں۔ اس نے پلٹ کر

برے کمرے کی طرف دیکھا۔ وہاں کوئی خاندانی بحث چل رہی تھی۔ پہلے اس نے وہاں جانے کا سوچا پھر بور ہونے کے خیال سے دوسرے کمرے میں چلی آئی باہر سے آتی ڈھول تاشوں کی آوازوں نے اسے چونکا دیا تھا۔

"لگتا ہے بارات واپس آگئی۔" وہ باہر آئی تو چاچی اور خالہ کہیں جانے کے لیے تیار تھیں۔

"آپ دلہن دیکھنے جا رہی ہیں؟" اس نے دیکھتے ہی بھانپ لیا۔

"ہاں۔۔۔! تو بھی چل ہمارے ساتھ۔" چاچی نے عجلت میں پیروں میں چپل گھسائے۔

"نہیں۔۔۔ میں گھر میں ہی ٹھیک ہوں۔" اس نے معذرت کر لی اگر جانا ہی ہوتا تو صبح نہ چلی جاتی۔ انہوں نے زیادہ بحث نہیں کی ان کے جانے کے بعد وہ دروازہ بند کر کے اماں کے پاس آگئی۔ ان کے گھٹنوں میں درد رہتا تھا اور اس خیال سے کہ اگر انہیں کچھ چاہیے ہو تو وہ بروقت انہیں دے سکے۔ اربا ان کے پاس آکر بیٹھ گئی۔

تھوڑی دیر پہلے تک انسانی آوازیں ماحول کو گرمائے ہوئی تھیں اب خالہ اور چاچی کے جانے کے بعد مزید پر ہول سناٹا چھا گیا تھا۔ ڈھول' تاشوں اور پٹاخوں کی آوازیں بھی معدوم ہو گئی تھیں۔ وہیں بیٹھے بیٹھے اسے اچانک ہی تاریکی چھانے کا احساس ہوا حالانکہ ابھی صرف چار ہی بجے تھے اور تھے بھی گرمیوں کے دن۔ وہ بے چینی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور سوئچ بورڈ کے قریب آکر لائٹ آن کرنے کی کوشش کی تب ہی اس پر بجلی کی عدم موجودگی کا انکشاف ہوا۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر اپنی گھبراہٹ پر قابو پایا۔ اسے ہمیشہ ہی تاریکی اور خاموشی سے وحشت ہوتی تھی اور شومئی قسمت کہ اب یہ دونوں ہی اس کے ساتھی بن گئے تھے اماں گہری نیند میں تھیں۔ ابھی وہ اضطراب کے عالم میں کھڑی تھی کہ باہر سے آتی بوندوں کی ٹپاٹپ نے اس کے رہے سہے اوسان بھی خطا کر دیے۔

"اف خدایا!" وہ بے اختیار کراہی اس نے جلدی سے باہر آکر دیکھا۔

آسمان گھنگھور گھٹاؤں سے اٹ گیا تھا بارش کی ننھی ننھی بوندوں نے دیکھتے ہی دیکھتے موسلا دھار بارش کی شکل اختیار کر لی۔ وہ ساکت کھڑی اس دھواں دھار بارش کو دیکھ رہی تھی اور نہ جانے کب تک دیکھتی رہتی اگر جو بکری کے ممیانے کی آواز اس کے کانوں تک نہ پہنچتی۔ اگر کوئی اور وقت ہوتا تو وہ ہرگز بھی اس طوفانی بارش میں نکلنے کا رسک نہ لیتی۔ مگر اس وقت اسے صرف اس معصوم بکری اور اس کے میمنوں کا خیال تھا۔ بھینسوں کے احاطے پر تو چھپر ڈلا ہوا تھا صرف بکری ہی کھلے میں باندھی جاتی تھی اسی لیے وہ تقریباً بھاگتے ہوئے عقبی سمت آئی تھی۔ سب سے پہلے تو اس نے دونوں بچوں کو اس چھوٹے کمرے میں پہنچایا اور پھر وہ بکری کی رسی کھولنے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن زیادہ کامیاب نہیں ہوئی نجانے وہ گانٹھ کس انداز میں باندھی گئی تھی کہ اسے کھولنے کی کوشش میں وہ ناکام ہو گئی۔

"یہ کیا مصیبت ہے۔" وہ روہانسی ہو گئی۔ ایک طرف تو وہ پانی میں شرابور ہو رہی تھی اور اس پر بکری کا گھبرانا اسے مزید پریشان کیے دے رہا تھا۔

"اربا۔۔۔ اربا۔۔۔ آپ یہاں ہیں۔" زعیم کی آواز بڑی واضح سنائی دی تھی اور پھر وہ خود بھی نظر آگیا۔ کچھ پریشان سے تاثرات لیے۔ بارش میں بھیگا ہوا۔ وہ اسے پکار رہا تھا اربا کو بے اختیار اپنی صبح کی مانگی گئی دعا یاد آئی

"آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟"

"وہ بارش کے ہوتے ہی بکری کے چلانے کی آواز آئی تو مجھے خیال آیا کہ بکری کو پانی سے ڈر لگتا ہے اور اسی لیے میں۔۔۔" وہ دھیرے سے کہتے بات ادھوری چھوڑ کر ہونٹ کاٹنے لگی۔

"مجھے تو لگتا ہے۔۔۔ بکری سے زیادہ آپ کو پانی سے ڈر لگتا ہے۔" اس کی اڑی ہوئی رنگت' ذرا سہما بھیگا روپ دیکھ کے زعیم کی رگوں میں لہو کی گردش تیز ہوتی تھی دل میں دبی خواہشیں یکایک ہی مچل اٹھیں۔

"آپ وہاں ہی جا بیٹھیے۔ اسے میں لے آتا ہوں۔"
اس کے ہوش ربا سراپے سے نظریں چرا کر اس نے کہا اور وہ جلدی سے بھاگ کر اس دوسرے کمرے میں چلی آئی۔ زعیم نے لمحوں میں بکری کھول کر کمرے تک پہنچا دی تھی۔

"آپ نکل آئیے بارش کے رکنے کا تو کوئی امکان نہیں ہے۔" وہ دروازے کے بیچ کھڑا اس سے مخاطب ہوا مگر اس کی طرف دیکھنے سے گریز کرتے ہوئے۔
ایک تو پہلے ہی اندھیرا تھا اور جو تھوڑی بہت دھندلی سی روشنی دروازے سے آ رہی تھی۔ اس میں بھی زعیم کا لمبا چوڑا وجود حائل ہو گیا تھا۔ نتیجتاً" محتاط قدموں سے دروازے کی جانب بڑھنے کے باوجود اس کا پیر کسی چیز سے ٹکرایا تھا اور اس کے منہ سے چیخ نکل گئی تھی۔

"کیا ہوا۔" تشویش سے پوچھتے ہوئے اسے اندر آنا ہی پڑا۔

"میرا پیر۔ مجھے چوٹ لگ گئی ہے۔" اس کی آواز بھرا گئی۔ انگوٹھے کا درد ناقابل برداشت تھا۔

"ایک منٹ۔ آپ رکیے۔" اسے بھوسے کے ڈھیر پر بٹھاتے زعیم نے جیب سے لائٹر نکال کے جلایا۔

"آپ کے پاس لائٹر تھا تو پہلے کیوں نہیں جلایا۔" وہ چیخ کر بولی۔

"مجھے خیال نہیں رہا۔" وہ اس کے ننگے پیروں کو دیکھ رہا تھا اس کے سفید گداز پیر مٹی میں لتھڑے ہوئے تھے اور زخم کا اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا۔
زعیم نے غیر ارادی طور پر ہاتھ آگے بڑھایا ہی تھا کہ اربا نے جلدی سے پیر ہٹا لیے۔ وہ حیران سی اسے دیکھنے لگی تھی تب ہی زعیم نے بھی نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ بس یہی وہ لمحہ تھا جو اس کے ضبط کی حد ہوئی تھی۔ اس کی گہری ساگر آنکھوں کی جگمگاہٹ کے سامنے اربا کو لائٹر کا شعلہ مدھم پڑتا محسوس ہوا۔
دل کی تمام تر شدتیں تمام تر گہرائیاں خود میں سمیٹے زعیم کی بے تکلف نگاہیں دیوانہ وار اس کا چہرہ چوم رہی تھیں۔ اس کا خود پر سے اختیار اٹھ گیا تھا۔ زعیم کو لگ رہا تھا کہ اگر اب بھی اس نے اپنے جذبوں پر باندھ رکھا تو کہیں۔ کوئی طوفان ہی نہ آ جائے۔ ہونٹوں پر چپ کے تالے تھے اور آنکھیں ان کہی داستانیں کہتی ہوئی اس کی سیاہ بوجھل آنکھیں اربا۔ پور پور میں شرارے بھرتے اسے پاگل کرنے کے درپے تھیں اس کے وجود میں گویا آتش کدہ دہک اٹھا تھا۔ درد کا احساس تو مٹ ہی گیا تھا اور پھر۔ نہ جانے کیا ہوا کہ وہ ایک دم سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ کچھ دیر پہلے جس درد کی وجہ سے اسے بیٹھنا پڑا تھا۔ اب اسے بھولے وہ اس کے پہلو سے ہو کر باہر نکل آئی تھی۔ بارش تو دھواں دھار تھی مگر اس کے جلتے جسم و جان پر بالکل بے اثر رہی کمرے تک وہ کیسے آئی اسے بالکل اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔

☼ ☼ ☼

"اربا! کیسی ہو میری جان طبیعت کیسی ہے تمہاری" آپی کی آواز اسے بہت دور سے آتی سنائی دی تھی۔
اس نے آنکھیں پوری طرح کھول کر انہیں دیکھنے کی کوشش کی وہ اس کے بالکل قریب بیٹھی تھیں۔ اسے اپنے ماتھے پر ٹھنڈک اور نمی کا احساس ہوا۔ مگر یخ اور نم احساس اس جلن کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تھا جو اس کے پورے جسم کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھی۔

"کب سے ہوئی اس کی یہ حالت؟" اسے وسیم بھائی کی بھاری آواز سنائی دی۔ اس کا مطلب تھا اس کے ارد گرد صرف آپی ہی نہیں گھر کے باقی لوگ بھی تھے۔

"ہم تو بارش رکنے کے بعد ہی گھر آئے تھے اور جب میں اسے بلانے کے لیے کمرے میں آئی تو یہ بخار میں پھنک رہی تھی۔" آپی نے بتایا۔

"رب خیر کرے۔ جوان کڑی ہے اور پھر اتنی سوہنی۔ کوئی ہوائی چیز ہی نہ چمٹ گئی ہو۔" اماں کا لہجہ پر تشویش تھا۔ آپی روہانسی ہو گئیں۔

"میں کہا بھی تھا میں نے اس سے ہمارے ساتھ چلو۔

اکیلے کیا کرو گی مگر یہ ضدی ہے کسی کی۔" اماں کی بات پر وہ گھبرا گئی تھیں۔ اتنا عرصہ گاؤں میں رہنے کے بعد وہ بھی کچھ تو وہم پرست ہو گئی تھیں۔

"تو کس نے کہا تھا اسے اکیلا چھوڑنے کو۔ اگر اس کے جانے کا موڈ نہیں تھا تو تم ہی اس کے ساتھ رہ جاتیں تمہارا جانا کیا ضروری تھا۔" وسیم بھائی آپی پر خفا ہونے لگے۔

"یہ اکیلی نہیں تھی پتر۔ ہم تو تھے ہی اس کے ساتھ۔ یہ تو دین محمد کے لڑکے کی بارات آئی تو ہم دلہن دیکھنے وہاں چلے گئے اور پھر بارش نے ہمیں وہیں روک دیا۔" چاچی نے ان کا غصہ دیکھ کر وضاحت دی۔
کچھ لمحے پہلے ہی ڈاکٹر ضمیر جو وسیم بھائی کے دوست بھی تھے اسے چیک کر کے گئے تھے۔ بخار کی وجہ سے اس پر نیم بے ہوشی سی طاری تھی۔ انہوں نے اپنے پاس ہی سے انجکشن دے کر ٹھنڈی پٹیاں رکھنے کے لیے کہا تھا اب اس کی مدہوشی کم ہوتی تو اسے دوائی دی جاتی مگر اس سے تو اپنی جلتی ہوئی آنکھیں ہی نہیں کھولی جا رہی تھیں۔
اسے سب کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور کافی دیر سے وہ اپنے بالوں میں کسی کے سرسراتی انگلیاں بھی محسوس کر رہی تھی پھر جب اربا نے اسے خود پر جھکتے محسوس کیا تو اس کے وجود کی مخصوص خوشبو اس کی آنکھوں میں آنسو بھر گئی تھی۔ ارفع نے اس کی جلتی پیشانی پر اپنے ہونٹ رکھ دیے۔

"جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ میری بہن۔" وہ دھیرے سے بڑبڑائی۔ اس کی گود میں منہ چھپاتے ہوئے اربا ایک بار پھر ہوش و خرد سے بے گانہ ہو گئی تھی۔
زعیم تب کا نکلا اب گھر آیا تھا۔ اس وقت تک عموماً سب سونے کے لیے لیٹ چکے ہوتے تھے۔ مگر آج نا صرف سب جاگ رہے تھے بلکہ اسے کچھ عجیب سی ہلچل بھی محسوس ہوئی تھی۔

"کیا ہوا۔ سب ابھی تک جاگ رہے ہیں خیریت ہے!" اس کا پہلا سامنا زبیدہ سے ہوا جو عجلت میں ہنسے کمرے سے نکل رہی تھی۔ وہ ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگی۔

"میں نے پوچھا۔ سب ٹھیک ہے۔" اس کے جواب نہ دینے پر اس نے دوبارہ پوچھا تو وہ بے ساختہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"اربا بی بی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"کیا ہوا اسے؟" اس کے دل کی بے چینی اس کے لہجے، اس کی آنکھوں میں بھی اتر آئی اور زبیدہ کے پورے وجود میں اضطراب بھر گیا۔ زعیم کی بے تابی بلاوجہ تو نہیں ہو سکتی تھی۔

"پتا نہیں۔ انہیں کسی وقت اتنا تیز بخار چڑھا کہ اب وہ بالکل بے سدھ پڑی ہیں۔" اس نے ہلکی آواز میں بتایا۔ زعیم نے بے اختیار ہی لب بھینچتے خود کو سرزنش کی تھی۔ پھر وہ مزید رکے بنا اس کمرے کی طرف چلا آیا تھا اور پیچھے زبیدہ حیرت سی کھڑی رہ گئی۔
وہ ہلکی سی چادر اوڑھے آنکھیں موندے لیٹی تھی۔ اس کی سفید ہمہ وقت دمکتی رنگت اس وقت بخار کی حدت سے گلابی پڑ گئی تھی۔

"یہ تم نے کیا کیا زعیم۔ اپنے دل کو سلگاتے سارے انگارے تم نے اس کومل لڑکی کو سونپ دیے۔" شدید وحشت سے اس کے اندر عجیب ہی اتھل پتھل شروع ہو گئی تھی۔ اب اسے اپنی بے چینی، اپنے اضطراب کا سبب سمجھ میں آ رہا تھا کہ کیوں اس کی بے کلی حد سے سوا تھی۔
زعیم سے وہاں کھڑا نہ رہا گیا بھلا اسے اس حال میں کیسے دیکھ سکتا تھا۔ مگر اپنا چین، اپنی نیند اس کے سرہانے ہی چھوڑ آیا تھا۔ بستر پر جیسے کانٹے اگ آئے تھے اور کمرے کی فضا میں اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔ اس لیے باقی کی ساری رات اس نے چھت پر کھلے آسمان کے نیچے سگریٹ پھونکتے ہوئے گزار دی تھی۔

☼ ☼ ☼

تین چار دن اسی اداس اور بے زاری کیفیت میں گزر گئے۔ بخار تو اتر گیا تھا مگر کمزوری اتنی شدید تھی کہ اربا صحن تک کھلی فضا میں جانے کی ہمت بھی خود

میں نہیں پاتی تھی یا اسے کمپنی دینے کے لیے ہر وقت کوئی نہ کوئی اس کے پاس موجود رہتا تھا۔ زعیم دوبارہ اسے دیکھنے نہیں آیا تھا یا شاید اس کے سونے کے کسی وقت میں آیا ہو۔ ویسے بھی آدھا دن تو وہ سو کر ہی گزار رہی تھی۔ ارفع نے اس سے کہا تھا کہ ایسی کوئی بات ضرور ہے جو اسے پریشان کر رہی ہے مگر وہ بتانا نہیں چاہ رہی۔ اربا نے اسے یقین دلایا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اب تو واقعی میں اربا کے پاس اسے بتانے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ سوائے ایک ان کہے اقرار کے جو آنکھیں کرتی تھیں اور آنکھیں ہی سمجھتی تھیں۔ یا پھر یہ جذبہ ہی ایسا تھا کہ اس میں زبانی کلامی اظہار کی کوئی اہمیت ہی نہیں تھی۔ پھر گھر میں شادی کی وہ روایتی ہلچل اور چہل پہل شروع ہو گئی۔ دور پاس کے رشتے داروں نے جو رونق بکھیری سو بکھیری،

روز ہی رات کو سونیا کی سکھی سہیلیاں ڈھولک پیٹتی' نئے پرانے گانوں کی ٹانگیں توڑنے پر کمربستہ رہتیں اور خواتین ٹپے اور ماہیے گاتے ہوئے سر ہلکان کرتیں۔ لڑکیوں نے تو ارفع کو ہی اپنا لیڈر مان لیا تھا۔ اس کی خوب صورت اور پراعتماد شخصیت سے تو وہ سب ویسے بھی بہت متاثر تھیں۔ اس پر اس کی فیشن سینس ایبلٹی' اس کی شہری لڑکی ہونے کا لیبل سونے پر سہاگہ کا کام کرتا تھا۔ جبکہ اربا نے تو کمرے سے نکلنا ہی خود پر حرام کر لیا تھا اور اس شام بھی وہ کمرے میں بیٹھی باہر سے آنے والی آوازیں سن رہی تھی جب ارفع تیزی سے کمرے میں داخل ہوئی۔

"چلو اربا اٹھو۔ تیار ہو جاؤ فٹافٹ۔!"

"کہاں۔؟" وہ خالی الذہنی کی کیفیت میں اسے دیکھنے لگی۔

"باہر آکر دیکھو تو۔ کتنی رونق لگی ہوئی ہے۔ اس اکیلے کمرے میں تمہارا دم نہیں گھٹتا۔"

"نہیں ارفع۔ میری طبیعت پوری طرح سے ٹھیک نہیں ہوئی' زیادہ دیر بیٹھنے سے مجھے چکر آنے لگتے ہیں۔"

"تو بیٹھنا مت۔ لیٹ جانا۔ سونیا کی فرینڈز تم سے ملنا چاہ رہی ہیں وہ تو کمرے میں آنے پر مصر تھیں میں نے ہی انہیں روک لیا کہ کہیں تمہارا یہ سر جھاڑ منہ پہاڑ حلیہ دیکھ کر مارے ڈر کے الٹے قدموں واپس بھاگ جائیں۔" وہ اس کے کپڑے نکالتی تیزی سے بولتی جا رہی تھی۔

"چلو اب جلدی سے نہا کر فریش ہو لو۔" اپنے ریشمی کرلی بالوں کو سمیٹتی ارفع اس کے پاس آئی۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو۔" چند لمحے اسے ستائش بھری نظروں سے دیکھتے رہنے کے بعد اربا نے کہا تو ارفع کو ہنسی آگئی۔

"محنت بھی تو بہت کی ہے خود پر۔ اب دیکھو تمہیں تیار کروں گی تو سب مجھے بھول کر تمہیں دیکھنے لگیں گے چلو اٹھو۔" ارفع نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر اٹھایا تو نہ چاہتے ہوئے بھی اسے اٹھنا پڑا۔

آج ابٹن کی رسم تھی۔ اربا کو بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ اس کے کمرے سے نکلنے تک اتنے لوگ جمع ہوں گے۔ جب وہ ارفع کے ساتھ تیار ہو کر باہر آئی سب کو اپنی جانب متوجہ پا کر نروس سی ہو گئی۔ پھر ارفع نے ہی سب سے اس کا تعارف کروایا تھا۔ وہ ڈھول بجاتی لڑکیوں کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ ان کی باتوں کا جواب دیتے دیتے اس کی نظر بلا ارادہ ہی آسمان پر اٹھی تھی۔

آسمان کی وسط میں ٹنگا ادھورا سا چاند۔ جو شاید اپنے ادھورے پن پر کچھ افسردہ اور اداس سا لگ رہا تھا۔

"کب تک یہ یونہی رہے گا ماند اور ویران۔ شاید وہ چیز جو آدھی ہو۔ اس کا وجود بے معنی ہو جاتا ہے پھر۔ پھر تو میرا بھی کوئی وجود نہیں ہے۔ میں بھی تو آدھی ہوں اور میرا آدھا حصہ۔"

"اربا۔؟" ارفع نے اس کا کندھا ہلاتے ہوئے شربت کا گلاس اسے تھمایا۔

"اگر تھک جاؤ تو اس تکیے سے ٹیک لگا لینا ٹھیک ہے۔" وہ اس کا گال تھپتھپا کر چلی گئی۔

اس نے گہری سانس لے کر اپنے آس پاس دیکھا۔ تھوڑی دیر کے لیے وہ اس پر رونق ماحول سے کٹ گئی تھی۔ سونیا کو باہر لایا جا رہا تھا۔ رسم کے لیے وہ رخ موڑ کر قدرے سنبھل کر بیٹھتی ہوئی اس طرف دیکھنے لگی۔

زعیم عزیز کے ساتھ بیٹھک سے نکل رہا تھا جب اس کی نظر سامنے پڑی تو جیسے اس کے اندر تک روشنی پھیل گئی تھی۔ دھانی رنگ کے لباس میں سجا کھلا اس کا چاندنی سا بدن۔ دونوں کلائیوں میں بھر بھر کے لباس کے ہم رنگ چوڑیاں پہنے وہ چہرے پر آنے والے بال سمیٹ رہی تھی۔ زعیم پہلی بار ان گھنگھور گھٹاؤں جیسی زلفوں کو بکھرتے دیکھ رہا تھا۔ جب ہوا کی شرارت سے اس کے ریشمی بال اس کے خوب صورت چہرے کو چھوتے تو ادھر زعیم کی ہتھیلیوں میں سنسناہٹ ہونے لگتی۔

"یہ تم کیا بت بنے کھڑے ہو۔ یہ لڑکیوں کو تاڑنے کا کام نہیں ہے میرے بھائی۔" عزیز جو فون سننے واپس اندر چلا گیا۔ اسے دروازے میں ایستادہ دیکھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا تو زعیم گھور کر اسے دیکھنے لگا۔

"تمہارا خیال ہے میں لڑکیوں کو تاڑ رہا ہوں۔ اتنا نظرباز سمجھ رکھا ہے مجھے۔"

"اب کیا کہوں۔ آج کل تمہارے انداز کچھ بدلے بدلے سے لگ رہے ہیں۔" اس نے شرارت سے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات تو ہو گی۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔" اس نے مسکراہٹ چھپائی۔

"ویسے۔ کون ہو سکتی ہے وہ۔" عزیز یہ کہہ کر نگاہیں ادھر ادھر دوڑانے لگا۔

"اس بہانے تم اپنی آنکھیں مت سینکو۔"

"کہیں وہ تو نہیں۔" عزیز نے اس کی بات ان سنی کر کے ایک طرف اشارہ کیا اور وہ حیران ہو گیا۔

"کس کی بات کر رہے ہو؟"

"وہی جو سب سے نمایاں اور سب سے زیادہ خوب صورت ہے۔" عزیز کے جواب پر [illegible] تھی۔

"گوری رنگت۔ لمبے بال بڑی بڑی آنکھیں اور۔"

"بس۔ خبردار اب اس سے آگے ایک لفظ مت کہنا۔" اس سے پہلے کہ عزیز مزید قصیدہ خوانی کرتا زعیم نے فوراً ہی تنبیہی لہجے میں اسے ٹوک دیا اور عزیز کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"تو منہ کھول ہی دیا تم نے۔ میں نے اندھیرے میں تیر پھینکا تھا۔ امید تو نہیں تھی نشانے پر لگنے کی۔" وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"مگر بھلا ہو تمہاری پوزیسو نیچر کا۔" زعیم لب بھینچے اسے دیکھ رہا تھا۔

"بہت بڑا خبیث ہے تو۔"

"تھینک یو۔" عزیز نے سر کو ذرا سا خم کیا۔

"اب لڑکیوں کی طرح یہ شرمانا بند کرو اور جلدی سے مجھے میری ہونے والی بھابی دکھا دو۔"

"تمہیں میری آنکھوں میں وہ نظر نہیں آتی۔"

اس کی نگاہیں اربا پر جمی تھیں کہ جس نے اس کی نظروں کی گرمی محسوس کر لی تھی جبھی کچھ بے چین سی ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

"کون ہیں یہ گاؤں کی تو نہیں لگتیں؟" عزیز اس کی نظروں کے تعاقب میں اربا کو دیکھ کر پوچھ رہا تھا۔

"بھابی کی بہن ہیں۔" اربا کی بے چینی محسوس کر کے زعیم نے زیر لب مسکراتے ہوئے رخ موڑا۔

"اربا نام ہے مگر عنقریب تم اسے اربا بھابی کہہ کر پکارو گے۔" اس نے یقین اور استحقاق بھرے لہجے میں کہا۔

"میری نیک خواہشات تمہارے ساتھ ہیں۔" عزیز کا انداز خلوص سے بھرپور تھا۔ جس جگہ وہ کھڑے تھے وہاں سے وہ تو باہر بیٹھے ہوؤں کو صاف دیکھ سکتے تھے مگر باہر کے لوگوں کی نظر ان پر نہیں پڑ سکتی تھی اسی لیے جب وہ باہر نکلے اربا نے زعیم کو دیکھا تھا۔

بے اختیار امڈ آنے والی مسکراہٹ ہونٹوں میں

دباتے ہوئے دل ہی دل میں اس سے مخاطب ہوئی۔

"تو یہ تم ہی تھے۔ یعنی میرے دل کی پکار غلط نہیں تھی جب جب بھی تم اپنی آنکھوں سے میرا نام لیتے ہو' میری ہر ہر دھڑکن لبیک کہہ اٹھتی ہے۔ تم یہ کیسے سوچ سکتے ہو کہ تم مجھے دیکھو گے اور مجھے کچھ پتا نہیں چلے گا۔"

☼ ☼ ☼

"ارفع۔ اپنے کپڑے مت نکالو۔ تم لوگ آج یہ کپڑے پہنو گی۔" آج مہندی تھی اور ارفع اپنے کپڑے پریس کرنے کے لیے نکال رہی تھی۔ جب آپی نے آکر ایک شاپر اس کے سامنے رکھا اور دور بیٹھی اربا بھی چونک گئی۔

"یہ والے کپڑے۔" ارفع نے جلدی سے شاپر اٹھا کر کھولا اور چہرے پر مایوسی سی چھا گئی۔

"کس کے ہیں یہ کپڑے؟" اب وہ کپڑے الٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی۔ ایک گلابی رنگ کا سوٹ تھا اور ایک سبز رنگ کا جس پر گوٹا کناری کا کام تھا۔

"کس کے ہیں مطلب۔ تم دونوں کے ہیں اور کس کے ہوں گے۔" آپی نے کچھ ناراضی بھری حیرت سے کہا۔

"اماں نے دیے ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ آج تم یہ پہنو۔"

"آئم سوری۔" ارفع نے اسے ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ میری پسند کے نہیں ہیں۔"

اربا نے اسے دیکھا اور پھر پاس آکر سبز رنگ کا سوٹ اٹھا لیا۔

"تم اسے پہنو گی۔" ارفع حیرت سے چلا اٹھی۔

"تو کیا ہوا۔ اب انہوں نے اتنے خلوص سے دیے ہیں تو تھوڑی دیر کے لیے پہننے میں کیا حرج ہے۔"

"تم ہر کسی کو اپنے جیسا مت سمجھا کرو۔ بدذوق' بے لحاظ۔" آپی نے طنزاً کہا اور اس کا منہ بن گیا۔

"اپنے آپ کو بالحاظ ثابت کرنے کے لیے میں یہ زرق برق لباس نہیں پہن سکتی اربا تو پاگل ہے۔"

"ہاں ہوش مند تو ایک تم ہی ہو جسے نہ تو کسی کا خیال رکھنا آتا ہے اور نہ ہی کسی کے احساسات کی کوئی پروا ہے۔"

"اوہ آپی پلیز یہ ایموشنل ڈائیلاگ زنہ بولیں اور ان کے سامنے کچھ مت کہیے گا اگر انہوں نے مجھ سے کچھ پوچھ لیا تو میں بہانہ بنا دوں گی۔" اس کا لہجہ قطعی تھا۔ آپی چند لمحے تو اسے گھورتی رہیں پھر کسی نتیجے پر پہنچ کر سر ہلاتے ہوئے بولیں۔

"چلو ٹھیک ہے اس طرح اماں کو بھی آسانی ہو جائے گی۔"

"کیا مطلب۔ کیا آسانی ہو جائے گی۔" ارفع اچنبھا ہوا وہ مسکرائیں۔

"اصل میں اماں کو تم دونوں بہت پسند آئی ہو اور تمہارے رشتے کے بارے میں سوچ رہی ہیں۔" اربا کا دل دھڑک اٹھا۔

"لیکن وہ ہم دونوں کے بارے میں ایسا کیسے سوچ سکتی ہیں۔ دو بہنوں کا تو ایک بندے سے نکاح جائز نہیں اور اگر بات ایک کی ہے تو پھر میں اربا کے حق میں دستبردار ہوتی ہوں۔"

"تمہاری تو زبان کے آگے خندق ہے ارفع۔ کچھ تو سوچ سمجھ کر منہ سے نکالا کرو۔" آپی کو شدید غصہ آیا اس کی بات پر۔

"اور تمہیں یہ خوش فہمی کس بات کی ہے وہ ہر راست بھی اربا کے بارے میں سوچ سکتی ہیں۔"

"یہی تو پوائنٹ ہے۔ ہم ہی کیوں انہیں اپنے گھر میں موجود ایک لڑکی نظر نہیں آئی۔"

"زبیدہ کی بات کر رہی ہو؟" آپی نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"یہ تو چاچی کی بھی خواہش تھی اور اماں کی بھی۔ زبیدہ بہت پیاری لڑکی ہے اور اچھا ہی ہے اگر وہ گھر میں رہے مگر اس بارے میں جب اماں نے زعیم سے بات کی تو اس نے انکار کر دیا۔"

"اچھا۔" ارفع کے ساتھ ساتھ اربا کو بھی حیرت ہوئی تھی۔

"یہ کب کی بات ہے۔"

"جب زعیم اپنی پڑھائی پوری کر کے واپس آیا اور جب اماں کو لگا کہ اب اس کی شادی ہو جانی چاہیے تب کی۔"

"کیا کہہ کر انکار کیا تھا اس نے؟" کچھ جھجکتے ہوئے اربا نے پہلی بار زبان کھولی۔

"اس نے کہا تھا کہ ابھی وہ شادی نہیں کرنا چاہتا اور پھر اس خیال سے کہ کہیں یہ لوگ زبیدہ کو اس کے لیے بٹھائے نہ رکھیں اس نے یہ بھی کہہ دیا تھا۔ ضروری نہیں کہ جس لڑکی سے وہ شادی کرے گا وہ زبیدہ ہی ہو۔ اماں سمجھ گئی تھیں کہ زعیم صاحب الفاظ میں تو نہیں کہہ رہا مگر ڈھکے چھپے الفاظ میں یہ جتانا چاہ رہا ہے کہ اسے زبیدہ میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ پھر بھی اماں نے زعیم کو کنوینس کرنے کی ٹھان لی۔ یہ الگ بات کہ جیسے جیسے ان کا اصرار بڑھتا گیا۔ ویسے ویسے زعیم کے انکار میں اور شدت آتی گئی اور اب تو وہ زبیدہ کا نام سنتے ہی الجھن ہونے لگتا ہے۔" آپی نے تفصیل بتائی۔ اربا نے ایک اطمینان بھری سانس لی۔ تھوڑی دیر پہلے یکلخت ہی جو بھاری بوجھ دل پر آپڑا تھا۔ فوراً ہی اتر بھی گیا تھا حالانکہ وہ نہیں جانتی تھی۔ ابھی ایک جھٹکا باقی تھا۔

"کیا زبیدہ کو یہ بات پتا ہے۔" ارفع نے پوچھا۔

"یقیناً پتا ہو گی اور نہ بھی ہو تو کیا فرق پڑتا ہے؟" وہ لاپروائی سے بولیں۔

"بہت فرق پڑتا ہے آپی کیونکہ وہ معصوم سی لڑکی صرف زعیم کے خواب دیکھتی ہے۔"

"تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو۔" آپی ششدر رہ گئیں۔

"اس نے خود بتایا ہے مجھے پتا ہے وہ ہمارے آنے کے بعد کتنا ان سیکیور فیل کر رہی تھی اسے لگ رہا تھا کہ زعیم مجھ میں انٹرسٹڈ ہے۔ پھر میں نے اس کی غلط فہمی دور کی کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ ٹینشن نہ لے۔"

"تو تم یہ سب مجھے کیوں بتا رہی ہو۔" آپی کو تعجب ہوا اربا نے بے چین ہو کر پہلو بدلا تھا۔

"اس لیے کہ آپ اپنے دیور کو سمجھائیں وہ اتنی پیاری لڑکی کو کیوں ریجیکٹ کر رہا ہے بلاوجہ۔ نہ وہ کسی کو پسند کرتا ہے۔ نہ اسے کسی سے محبت ہوئی ہے تو وہ اس لڑکی کا ہاتھ تھام کیوں نہیں لیتا جو اسے اتنا چاہتی ہے۔ رہے ہم۔ تو یہ تو ممکن ہی نہیں ہے ہم میں سے کسی نے بھی گاؤں میں رہنے کا تصور بھی نہیں کیا۔ آج ہیں کل چلے جائیں گے۔" اس نے بات کرتے کرتے اربا کی طرف دیکھا گویا تائید چاہ رہی ہو وہ نظریں جھکائے بیڈ شیٹ کے ڈیزائن پر انگلی پھیر رہی تھی۔ ارفع نے اپنی بات جاری رکھی۔

"زعیم کو زبیدہ سے شادی کر لینی چاہیے آپی۔ وہ اس سے پیار کرتی ہے۔" اربا کا دل چاہا وہ اٹھ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دے۔

"زعیم کو کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے یہ تمہیں ڈیسائیڈ کرنے کی ضرورت نہیں ہے ارفع۔" آپی نے کاٹ دار لہجے میں کہا۔

"اپنے خیالات و نظریات دوسروں پر تھوپنا تمہاری پرانی عادت ہے۔ مگر یہ اس کی زندگی ہے اور اسے کیسے گزارنا ہے یہ وہ طے کرے گا نہ کہ تم۔"

"میں صرف مشورہ دے رہی تھی۔" اس کا لہجہ پُراحتجاج تھا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ زعیم خود سمجھ دار ہے اگر اس کا دل نہیں مانتا تو وہ کیوں ایک ان چاہے رشتے کا طوق اپنے گلے میں ڈالے جس سے نا صرف اس کا بلکہ زبیدہ کا بھی جینا حرام ہو جائے۔ ویسے بھی یہاں ایسی کئی شادیوں کے منطقی انجام دیکھ چکی ہوں میں۔"

آپی نے بہت تلخ حقیقت سے روشناس کروایا تھا۔ ارفع چپ سی رہ گئی وہ بھول گئی تھی۔ زبانی جمع خرچ سے زندگی نہیں بنتی اور جن فیصلوں میں جذبات اور احساسات سے زیادہ سمجھوتا شامل ہو جائے۔ پھر وہ پوری عمر کا آزار بن جاتے ہیں۔

☼ ☼ ☼

مہندی آنے میں دیر تھی اریبا نے جھنجھ کر کے بالوں کی ڈھیلی سی چٹیا بنائی۔ آنکھوں میں کاجل اور ہونٹوں پر چنچل گلابی لپ اسٹک لگا کے کانوں میں بڑے بڑے بالے ڈالے وہ باہر نکلنے کو تھی جب تایا کی آواز پر اسے رک جانا پڑا۔

"ارے اریبا یہ کیا تمہاری تیاری بس اتنی سی۔ کم از کم میک اپ تو ارفع سے کروالیتیں۔"

"نہیں تایا۔ میرا دل نہیں چاہ رہا اور ویسے بھی اس وقت ارفع بہت مصروف ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے بتایا۔

"اچھا پھر ایک منٹ ذرا ٹھہر جاؤ۔" وہ یہ کہہ کر باہر نکل گئیں اریبا کچھ الجھی سی وہیں کھڑی رہ گئی۔ پھر ذرا ہی دیر میں وہ واپس آگئیں۔

"تمہارے بال اتنے خوب صورت ہیں۔ میں نے سوچا اس میں موتیا کی کلیاں لگادوں۔" وہ اس کی پشت پر آکر اس کے ریشمی بالوں میں گجرا لگانے لگیں۔

"تھینک یو تایا۔" وہ ممنونیت سے بولی۔

لڑکے والوں کی آمد کا غلغلہ اٹھا تو لڑکیاں اپنی تیاریاں ادھوری چھوڑ کر باہر نکل آئی تھیں۔ بے تحاشا میک اپ اور زیورات میں لدی پھندی خواتین کافی غرور اور استحقاق کے ساتھ اندر ہوئی تھیں خود کو ہیرو سمجھتے ہاتھوں میں موبائل فون پکڑے لڑکے لڑکیوں کو دیکھ کر خوامخواہ شوخ ہو رہے تھے۔ بچے الگ بم اور پٹاخے پھوڑتے اس کان پھاڑ شور میں اپنا حصہ ڈال رہے تھے اریبا ایک طرف کھڑی دلچسپی سے یہ سب دیکھ رہی تھی۔ ارفع اسے کہیں نظر نہیں آئی شاید وہ ابھی تک کمرے میں ہی تھی۔ لڑکیوں نے آتے ہی سب سے پہلے صحن کے بیچوں بیچ لڈی ڈالی تھی۔ شاید یہ لڑکے کی بہنیں اور کزنز وغیرہ تھیں اور ڈانس کی کافی شوقین لگ رہی تھیں۔

آپی نے اسے بلا کر کولڈ ڈرنک کی ٹرے تھمائی تھی۔ مہمانوں کو سرو کرنے کے لیے اس کے ساتھ تانی بھی تھی۔ جب وہ شربت سرو کرکے کچن کی طرف آرہی تھی۔ تب ہی پیچھے سے کسی نے اس کا دوپٹہ پکڑ کر کھینچا تھا۔ اس نے مڑ کر دیکھا تو وہ ایک چھ سات سالہ سا بچہ تھا جو یقیناً" ان مہمانوں میں سے ہی کسی کے ساتھ تھا۔

"آپ کو وہ بلا رہے ہیں۔" اس نے جھجک ادھ کھلے دروازے کی جانب اشارہ کیا۔ اریبا الجھ کر ... ہوا اور دروازہ تو کچھ بتا رہا تھا کہ اندر کوئی نہیں ہے۔

"کون بلا رہا ہے؟" اس نے جھک کر اس کے ... چھوئے۔

"وہ۔" اس نے دوبارہ اس طرف اشارہ کیا ... نے اپنے اردگرد دیکھا اس شور و غوغا میں کوئی ... جانب متوجہ نہیں تھا۔ وہ ایک گہری سانس لیتے ... اس سمت بڑھتی چلی آئی کچھ جھجکتے ہوئے وہ ... دھکیل کر اندر داخل ہوئی تھی اور سامنے کھڑے ... کو دیکھ کر وہیں جم گئی۔ زعیم بھی اسے دیکھ کر سحر ... ہو گیا۔

اس کی محویت دیکھ کر اسے تھوڑی دیر پہلے ارفع ... کی گئی بات یاد آئی۔

"تم مجھے ایسے کیوں دیکھ رہے ہو میں تو ویسے لگ رہی ہوں۔ جیسے اس سے پہلے لگتی آئی ہوں ... سنہری گوٹے کناری سے سجا وہ سبز رنگ کا لباس ... کے حسین سراپے پر سج کر جیسے اپنی خوش بختی پر ... ہوا جارہا تھا چمکتی بانہوں میں کانچ کی ہری چوڑیاں ... آنکھوں میں کاجل کی دھار بالوں میں مہکتے گجرے ... سراپا خوشبو تھی۔ دھنک کی روشنی تھی اور ... اسے دیکھ دیکھ کر دیوانہ ہوا جارہا تھا۔

"آپ مجھے بلا رہے تھے؟" اریبا کو لگا اگر کچھ دیر ... گزری تو کہیں وہ اس کی پاگل نگاہوں کے سامنے ... ہی نہ جائے۔

"مجھے بھابی کو کچھ کہلوانا تھا۔ سامنے آپ آگئیں تو میں نے آپ ہی کو بلوالیا۔"

"او مسٹر زعیم! تمہیں تو جھوٹ بولنا بھی ... آتا۔" وہ اپنے ہاتھوں پر نظریں جمائے اس کی بات ... دل ہی دل میں ہنسی۔

"تو آپ خود ہی آکر ان سے کہہ دیتے۔" اس ...

... سے کہا۔

"... تو جاتا۔۔۔ مگر مجھے اچھا نہیں لگتا۔۔۔ خواتین یا ... کی محفل میں یوں منہ اٹھائے چلے آنا۔" وہ کچھ ... سے بولا اریبا نے کچھ تعجب سے اسے دیکھا یہ ... واقعی حیران کن تھی اس نے خود دیکھا تھا لڑکے ... والے کس طرح سے اندر کے چکر لگا رہے تھے ... زعیم کو اس نے ایک بار بھی ان ۔۔۔ دنوں میں ... کی موجودگی میں آتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

"... کیا کہنا تھا آپ نے؟" اس نے بمشکل اس کی ... آنکھوں سے آنکھیں چرائیں۔

"بھابی سے کہیے گا مہمانوں کے لیے شربت کے ... ساتھ چائے بھی بھجوادیں۔"

"... بس اتنی سی بات۔" اریبا مایوس سی ہو گئی۔

"... تم جو اور کیوں نہیں کہتے تمہارے پاس کہنے کے ... موقع ہے اور میرا رواں رواں سننے کا منتظر۔"

مگر زعیم نے مزید کچھ نہیں کہا بلکہ اس نے عجیب ... حرکت کی وہ اس کے قریب آگیا تھا اتنے قریب کہ ... وہ اس کے پاس سے اٹھتی کلون کی مہک محسوس کرتی ... سنسنی کی چھوئی موئی بن گئی تھی۔ تب ہی اس نے ... بڑھا کر اس کے شانے کو ہلکے سے چھوا۔ اریبا کا دل ... بے تحاشا دھڑکتے سینے کا پنجرہ توڑنے کو بے تاب ہوا تھا۔ ... اس کی چھونے پر اریبا نے چونک کر اس کی طرف ... تھا۔ وہ اس کے گلابی پڑتے تمتماتے ہوئے روپ کو ... سانس روکے دیکھ رہا تھا اور اس کے ہاتھ میں موتیا کی ... کلی تھی۔ جو اس کے بالوں سے بکھر کر اس کے شانے ... پر گری تھی اسے اٹھانے کے لیے ہی زعیم اس کے ... قریب آیا تھا۔ وہ اپنی پھولتی ہوئی سانسوں کو قابو کرتی ... کمرے سے باہر نکل آئی۔

"تم مجھے پاگل کرکے ہی چھوڑو گے۔"

☼ ☼ ☼

اگلے دن بارات تھی پورا دن کافی ہنگامے اور مصروفیت بھرا تھا اور شاید اسی لیے اریبا کو زعیم کہیں نظر نہیں آیا تھا اریبا بہت بے دلی سے تقریب میں شریک رہی۔ ایک عجیب سا خالی پن محسوس ہو رہا تھا اسے اپنے اندر اور اردگرد ایک بے نام سی ویرانی۔

"سونیا بہت خوب صورت لگ رہی ہے نا!" وہ پنڈال کے ایک کونے میں کھڑی تھی جب ارفع نے پاس آکر اس سے کہا تھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ایک تو سونیا پہلے ہی بہت دلکش نقوش کی مالک لڑکی تھی اور اس پر ارفع کے ماہر ہاتھوں نے اس کے حسن کو اور بھی دو آتشہ کردیا تھا۔ نندیں آتے جاتے صدقہ اتار رہی تھیں اور دولہا میاں چھپ چھپ کے دیکھے جا رہے تھے۔

"اس کی نندیں بہت پیار کرتی ہیں اس سے۔" اس کی نندوں کو اس طرح سونیا کے لاڈ اٹھاتے دیکھ کر اریبا نامعلوم سے احساسات میں گھر گئی۔

"نئی نویلی ہے اس لیے ویسے یہ لڑکیاں ہیں بہت تیز طرار۔ سونیا تو اتنی سیدھی سادی ہے مجھے تو ابھی سے اس کی فکر ہونے لگی ہے۔" ارفع کا لہجہ کچھ تشویش لیے ہوئے تھا۔

"نہیں خیر اب ایسی بھی کوئی بات نہیں۔"

وہ اسٹیج کی سمت جانے کا سوچ رہی تھی کہ اس کی نظر پنڈال کے آخری سرے پر کھڑے زعیم پر پڑی۔ وہ شاید اسی وقت وہاں آیا تھا اور اماں سے کچھ بات کر رہا تھا۔ بادامی رنگ کے کرتا شلوار میں اس کی وجیہ شخصیت دور سے ہی نمایاں تھی۔ اپنے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے اس نے اپنی مضبوط کلائی پر بندھی گھڑی پر نگاہ ڈالی اور گھنی مونچھوں تلے اس کے لب بھینچ گئے وہ جانے کے لیے پلٹ گیا اور ادھر اریبا بے یقینی سی کھڑی رہ گئی۔

"تم نے مجھے دیکھا نہیں۔۔۔ میں تمہارے سامنے ہی کھڑی تھی اور تم نے مجھے ایک بار بھی نہیں دیکھا۔ کیا تم نہیں جانتے جب تم مجھے نہیں دیکھتے تو مجھے میرا ہونا نہ ہونا ایک برابر لگتا ہے۔ صرف ایک نظر ہی سہی تم مجھے میرے ہونے کا احساس تو دلا جاتے۔"

اس کا جی اتنا برا ہوا کہ وہ سب کچھ نظر انداز کر کے گھر کے اندرونی حصے میں چلی آئی تھی اور پھر اس وقت

تھی جب سونیا کی رخصتی کا وقت آیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"آج زبیدہ کی خالہ آئی تھیں۔ زبیدہ کا رشتہ اپنے بیٹے کے لیے مانگنے۔" کل انہیں جانا تھا اور اس وقت وہ اپنی پیکنگ کر رہی تھیں جب آپی نے آکر انہیں بتایا۔ ارفع چونک گئی جبکہ اربا خاموشی سے لگی رہی تھی۔

"لیکن یہ جتانے والی بات نہیں ہے بات یہ ہے کہ اس اتوار کو وہ باقاعدہ رسم کرنے والے ہیں منگنی کی۔"

"کیا۔۔۔؟ اس طرح اچانک سے" ارفع حیرت سے گنگ تھی۔

"اچانک سے کیا مطلب سوچ بچار تو غیروں میں کی جاتی ہے۔ وہ اس کی سگی خالہ ہے۔ مالی لحاظ سے کافی مضبوط ہیں اور خود پرویز بھی بہت ہی اچھا لڑکا ہے۔" آپی نے ناگواری سے جتایا۔

"یہ ساری باتیں ایک طرف' زبیدہ سے پوچھا ان لوگوں نے؟"

"مجھے نہیں پتہ۔" آپی نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

"لیکن باقی گھر والے تو بہت خوش ہیں خصوصاً" چاچی تم کہتی ہو وہ تمہیں دل کی بات بتاتی ہے تو تم ہی جا کر اس سے پوچھ لو کہ وہ خوش ہے یا نہیں۔" انہوں نے ارفع کی طرف دیکھا وہ چند لمحے تو کچھ سوچتی رہی پھر باہر نکل گئی شاید واقعی زبیدہ سے بات کرنے۔

"کیا زبیدہ خوش نہیں ہوگی۔" اربا نے کسی اندیشے کے تحت ان سے پوچھا۔

"بظاہر تو ٹھیک ٹھاک ہی لگ رہی ہے' لیکن یہ ارفع نہ جانے کیا خبط ہے اسے دوسروں کی فکر میں گھلنے کا مجھے تو زہر لگتا ہے اس کا یہ جذباتی پن۔" وہ ناراضی سے کہتی چلی گئیں۔

اربا مضطرب سی انگلیاں چٹخانے لگی۔ اسے حیرت ہوئی جب تھوڑی دیر بعد ہی ارفع تمتماتے ہوئے چہرے کے ساتھ واپس آئی تھی۔

"کیا ہوا؟" اس نے پوچھا۔

"پاگل ہے یہ زبیدہ۔" وہ تڑخ کر بولی اربا اسے دیکھنے لگی۔

"لیکن کیوں۔ کیا کہا اس نے؟"

"کہنا کیا تھا میں نے پوچھا تم خوش ہو تو کہنے لگی آہو جی میں تو بہت خوش ہوں۔" ارفع نے اپنے میں کہا کہ نہ چاہتے ہوئے بھی اربا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔

"تو تمہیں اتنی تپ کیوں چڑھ رہی ہے؟"

"مجھے تپ کیوں نہ چڑھے۔ کل وہ کیا کہہ رہی تھی اور اب۔۔۔ میں نے اس سے پوچھا' تم تو زعیم کو پسند کرتی تھیں نا تو کہنے لگی پہلے کرتی تھی۔ لیکن زعیم مجھے پسند نہیں کرتے ان کی پسند تو کوئی اور ہی ہے میں کیوں زبردستی گلے پڑوں۔"

"سمجھ دار ہو گئی ہے وہ۔" اربا دھیرے سے بولی پھر ارفع کو جانے کیوں غصہ آرہا تھا کہ ایک معصوم لڑکی زعیم سے محبت کرتی ہے مگر اسے احساس تک نہیں۔ وہ بہت حساس تھی مگر بے حس تو اربا بھی نہیں تھی۔ اسے بھی بہت افسوس تھا مگر ساتھ ہی یہ اطمینان بھی تھا کہ زعیم کے انکار کا سبب اس کی ذات ہرگز نہیں ہے۔ وہ تو اس کے یہاں آنے سے پہلے ہی سب پر اپنا موقف واضح کر چکا تھا۔ اسے اپنا آپ مجرم تب محسوس ہوتا جب اس کے یہاں آنے کے بعد ہی زعیم کے خیالات اس کے فیصلے میں تبدیلی آئی ہوتی۔

☼ ☼ ☼

وہ ندی کے ٹھنڈے پانی میں پیر ڈالے بیٹھی تھی ندی کے کنارے کی کچی زمین پر کچھ لکھتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اپنا آنچل سنبھال رہی تھی جو سامنے رو سے آنے والی ہوا بار بار اڑا کر ندی کے پانی میں بھگونے پر تلی ہوئی تھی زعیم درخت کے تنے سے ٹیک لگائے سینے پر ہاتھ باندھے ایک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔ آج ۔۔۔ ان کی روانگی تھی اور ارفع جانے سے پہلے ایک بار پھر گاؤں کی سیر کرنا چاہ رہی تھی سو اس کے ساتھ اربا بھی ان کے ساتھ چلی آئی اب وہ لوگ آگے نکل

سمت چلے گئے تھے اور اربا نے ندی کے کنارے ہی بیٹھنے کو ترجیح دی تھی۔

دھیمی دھیمی چلتی ہوا پودوں اور پتوں کی سرسراہٹ مختلف پرندوں کی بولیاں۔ سو تھوڑے تھوڑے وقفے سے بج اٹھنے والی اس کی چوڑیوں کی جلترنگ اور ہوا کے دوش پر دور کہیں سے آتے کسی گانے کے بول زعیم چاہ کر بھی کچھ نہیں کہہ پا رہا تھا۔

آؤ چپ کی زبان میں خاور
اتنی باتیں کریں کہ تھک جائیں

وہ دونوں ہی چپ تھے مگر یہ چپ بھی اپنے اندر ہزاروں داستانیں سمیٹے ہوئی تھی زعیم جانتا تھا کہ یہ اس کے پاس آخری موقع ہے کہ وہ اس طرح سے اس کے سامنے بیٹھی ہے اسے جی بھر کے دیکھنے کا۔ اس سے باتیں کرنے کا یہ خوب صورت چانس پھر کبھی نہیں ملے گا اور اسی لیے ضبط اور مصلحت کے سارے اصولوں کو طاق پر رکھتے ہوئے وہ اس کے قریب آیا تھا اربا نے اس کا پاس آنا محسوس کر لیا تھا مگر رخ موڑے ہی رہی وہ اس کے پاس بیٹھا تب بھی اس کی طرف نہیں دیکھا۔

زعیم اس کا گریز بھانپ کر مسکرا دیا۔ اس کی نظریں پانی میں ڈالے اس کے گلابی پیروں پر پڑیں پھر اس کے ہاتھوں پر' پھر اس کے ہونٹوں اور پلکوں پر وہ اسے دیکھتا تھا تو بس دیکھتا ہی چلا جاتا تھا۔ پھر ایسے بے خودی کے عالم میں اسے کچھ کہنے کا ہوش ہی کہاں رہتا تھا۔

زعیم نے اس کا ہاتھ تھاما تو اس کے مضبوط ہاتھ کے لمس کی گرمی اربا کے جسم میں برقی رو سی دوڑا گئی اس کے وجود کی خفیف سی لرزش زعیم سے پوشیدہ نہ رہ سکی سو اس کی مخروطی انگلیوں والی خوب صورت موی ہتھ کو اپنے ہاتھ میں جکڑے اس کی نرماہٹ محسوس کرتے جو وہ اسے دیکھ رہا تھا جس پر مہندی کے بیل بوٹے ابھی تک کھلتی ہوئی رنگت میں تھے اور بے حد بھلے لگ رہے تھے پھر اس کی سبک کلائیوں میں پڑی چوڑیوں سے کھیلتے ہوئے یہ زبان خموشی اس سے مخاطب ہوا۔

"تمہیں تو اندازہ بھی نہیں ہوگا اربا کہ مجھے ان چوڑیوں سے کتنی جلن ہوتی ہے۔ جب یہ کھنکتی ہیں تو مجھے یوں لگتا ہے جیسے یہ میرا منہ چڑا رہی ہوں اور مجھے جتا رہی ہوں کہ دیکھو ۔۔۔ تمہاری اربا تم سے زیادہ ہمارے نزدیک ہے۔۔۔ ہمیں دیکھتی ہے' ہمیں سنتی ہے' ہمیں اپنے وجود کا حصہ بنائے رکھتی ہے۔ تم تو اسے جی بھر کے دیکھ بھی نہیں سکتے اور ہم۔۔۔ ہمیں ہر وقت اس کی قربت کی خوشبو گنگناتے رہنے پر مجبور کرتی ہے۔"

اربا نے ایک بار بھی اس سے ہاتھ چھڑانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ہر گزرتا پل اس کا انتظار شدید کر رہا تھا۔ وہ منتظر تھی کہ زعیم کب اسے حکایت دل سناتا ہے۔ اپنی آنکھوں سے جھلکتی بے تابیوں اور بے قراریوں کو اپنے گمبھیر لہجے میں سمو کر اس کی سماعتوں میں اتارتا ہے۔ اس کی شور مچاتی آنکھوں نے تو اس کے دل کا سکون چھین ہی لیا تھا اب اسے قرار تب ہی ملتا جب اس کے دل کی بات وہ اس کے منہ سے سنتی۔

"مجھے تو یہ سوچ سوچ کر وحشت ہو رہی ہے کہ جب۔۔۔ تم چلی جاؤ گی تو میرا کیا ہوگا میں تمہیں دیکھے بنا رہوں گا کیسے۔۔۔ تم تو ان چند دنوں میں ہی مجھ میں یوں سما گئی ہو کہ تم سے دوری کا صرف تصور ہی میری دھڑکنیں تھما دیتا ہے۔ میرا دل ضد کرنے لگا ہے کہ میں تمہیں کہیں جانے نہ دوں۔۔۔ ڈرنے لگا ہے کہ کہیں تمہیں مجھ سے کوئی اور نہ چھین لے میں سہہ نہیں پاؤں گا اربا' میں تو تم پر کسی اور کا سایہ تک برداشت نہیں کر سکتا۔۔۔ تمہیں چھو کر گزرنے والی ہوا بھی مجھے اپنی دشمن نظر آتی ہے۔" اس کی گرفت لاشعوری طور پر ہی اربا کے ہاتھ پر سخت ہو گئی اربا نے چونک کر اسے دیکھا اس کی آنکھوں میں جذبوں کی آگ سی دہک اٹھی تھی۔ اس نے گھبرا کر نظریں جھکا لیں۔

"ہوش چھیننے کے لیے تو تمہاری یہ آنکھیں ہی کافی ہیں۔۔۔ بولو گے تو نجانے کیا عالم ہوگا۔" ابھی کچھ ارفع

لورناہی کی باتوں کی آواز آئی تھی۔ وہ ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ مگر ہاتھ چھڑانے کے اس عمل میں اس کی کئی چوڑیاں ٹوٹ کر زعیم کی مضبوط ہتھیلی میں کھب گئی تھیں۔

"ارے یہ دونوں ابھی تک یہیں بیٹھے ہیں۔" ارفع پاس آگئی۔ اور انہیں دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا۔ زعیم نے ایک نظر ان چوڑیوں کے ٹکڑوں پر ڈالی پھر اسے غیر محسوس انداز میں جیب میں ڈال لیا اس کی ہتھیلی پر کہیں کہیں خون کے قطرے نمودار ہو گئے تھے۔

"تو آپ کے خیال میں ہمیں کہیں جانا چاہیے تھا۔" زعیم اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"میرا تو خیال تھا آپ اسے باغ دکھانے لے آئیں گے باتیں کریں گے تاموں کے علاوہ بھی آپ دونوں ایک دوسرے کے بارے میں بہت سی باتیں جان جائیں گے۔ جب سے ہم یہاں آئے ہیں مجھے نہیں لگتا آپ لوگوں نے کبھی ایک دوسرے کی خیریت و عافیت بھی دریافت کی ہوگی۔"

"ابھی یہ مرحلہ طے ہو ہی جاتا اگر تھوڑی دیر اور آپ نہ آتیں تو۔" زعیم نے مسکرا کر کہا تھا۔

"کیا۔۔۔؟" ارفع حیرت سے چیخ اٹھی۔

"ابھی تک آپ سے یہ کام نہیں ہوا مجھے پہلے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ میں نے دو گونگوں کو بٹھا دیا ہے آمنے سامنے سچ بتائیے اتنی دیر تک کیا واقعی آپ لوگ خاموش بیٹھے بس ان پیڑ پودوں کو گھورتے رہے۔"

زعیم ہنس پڑا اس کی نظر بے اختیار ہی اربا کی طرف گئی۔ وہ سلیپرز میں پیر ڈال رہی تھی۔

"کم از کم میں اتنا بد ذوق ہرگز نہیں ہوں ہاں آپ کی بہن نے پوری کوشش کی مجھے ان پیڑ پودوں سے جیلس کرنے کی۔"

"تو آپ ہو گئے؟" ارفع نے اس کی شرارت آمیز بات سمجھ کر شوخ لہجے میں پوچھا۔

"مجھے تو ہر وہ چیز اپنی رقیب لگتی ہے جسے مجھ سے زیادہ توجہ ملے۔" اس کی گہری نگاہیں اربا پر جمی تھیں وہ اپنے ہونٹ کاٹنے لگی۔

"آپ کیا مطلب ہے ان فضول باتوں کا؟" اربا نے کچھ جھنجلا کر سوچا۔

"بڑے تنگ دل ہیں آپ۔۔۔ میں تو آپ کو براڈ مائنڈڈ سمجھی تھی۔" ارفع نے کہا۔

"اسے تنگ دلی نہیں شدت پسندی کہتے ہیں جی۔" وہ زیر لب مسکرایا۔

"اچھا۔۔۔ مجھے پہلے پتا نہیں تھا آپ [illegible] خصوصیت کا۔"

"جنہیں پتا ہونا چاہیے انہیں بھی نہیں ہے" اس کا انداز ایسا تھا ارفع سمجھی نہیں اور اربا منہ دوسری طرف پھیر گئی۔

"چھوڑیے یہ بتائیے آپ کو ہم یاد تو رہیں گے" اس کا مخاطب ارفع تھی مگر اشارہ تو کسی اور طرف تھا اور شاید ایسا ہی تھا۔

"ارے کیسی باتیں کرتے ہیں۔۔۔ ہم بھلا بھول سکتے ہیں۔" ارفع جلدی سے بولی۔

"آپ کی طرف سے تو مجھے کوئی خدشہ نہیں لیکن۔۔۔" اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ اربا اٹھی۔

"اچھا۔۔۔ یعنی یہ بے یقینی میری طرف سے ہے۔"

"لیکن کیا۔۔۔؟" ارفع اس کی ادھوری بات سن کر پھر قدرے توقف سے بولی۔

"ویسے اربا سے آپ کوئی توقع نہ رکھیں۔۔۔ کو زیادہ عرصہ اپنی یادداشت میں محفوظ نہیں رکھتی آپ ہفتے بعد بھی اس سے ملیں اور یہ آپ کو پہچان جائے تو آپ کو اس پر شکر ادا کر لینا چاہیے کہ میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا۔" اب وہ شرارت آمیز لہجے میں اس سے تائید چاہ رہی تھی۔

"کیا واقعی؟" زعیم نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا۔

"بالکل ٹھیک۔۔۔ اب چلیں ارفع۔" چہرے پر لٹوں کو کانوں کے پیچھے اڑستے وہ کچھ بے زاری اس کی بات سے زیادہ اس کے انداز نے زعیم کو

تھا۔

"ایک منٹ اربا۔۔۔ ذرا اپنا ہاتھ دکھانا تو۔" ارفع نے اچانک کہا تو وہ حیران ہو گئی۔

"کیوں۔۔۔ کیا ہوا؟" وہ اپنے ہاتھ کا جائزہ لینے لگی۔

"خون نکل رہا ہے۔۔۔ شاید کوئی چوڑی ٹوٹ کے چبھ گئی ہے۔" ارفع نے اس کی کلائی دیکھتے ہوئے کہا۔ تو زعیم نے اپنا رومال بڑھا دیا۔

"یہ لیجیے۔"

"ضرورت نہیں۔" اربا نے جلدی سے ارفع سے اپنا ہاتھ چھڑایا۔

"معمولی سی کھرونچ ہے اور ذرا سا رستا ہوا خون ٹھیک ہو جائے گا خود ہی!" اس کا لہجہ بے حد خشک تھا اور سیاہ آنکھوں میں عجیب سا تاثر زعیم کے دل کو بے طرح دھڑکا گیا ارفع کو الگ غصہ آیا اس کے روکھے انداز پر۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ اسے ٹوکتی زعیم اس کے قریب آیا تھا۔ چند لمحے اسے دیکھتے رہنے کے بعد اس نے اس کی کلائی پر رومال باندھ دیا۔ وہ بھونچکی سی اسے دیکھتی رہ گئی۔

"میری وجہ سے آپ کا ذرا سا بھی خون بہے یہ مجھے بالکل گوارا نہیں۔" بھاری لہجے میں کہتے ہوئے زعیم نے اس کی کلائی سے مزید وہ تین نوکیلی سروں والی چوڑیاں توڑ کر پھینک دیں ارفع جو عجیب سی نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ اسے یکایک ہی کسی بڑی گڑبڑ کا احساس ہوا مگر یہ صرف وقتی کیفیت تھی جسے اس نے اپنا وہم قرار دے کر فوراً ہی ذہن سے جھٹک بھی دیا۔ جبکہ زعیم اس سے کہہ رہا تھا۔

"ابھی آپ بھولنے بھلانے کی بات کر رہی تھیں۔ میں نے آپ کو بتایا نہیں کچھ دنوں میں ہمارا کراچی آنے کا پروگرام ہے۔ اگر تب تک آپ ہمیں بھول بھی چکی ہوں تو ہم خود آپ کو اپنی یاد دلانے آ جائیں گے۔"

"کیا! آپ واقعی کراچی آنے والے ہیں؟" ارفع نے بے یقینی سے پوچھا۔

"جی ہاں اب اپنی امانت لینے کے لیے تو آنا ہی پڑے گا۔" اس نے اربا کی طرف دیکھا اس کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا۔

"کیسی امانت۔"

"آپ کی بہن ہماری ایک چیز جو ساتھ لے جا رہی ہیں۔" وہ دھیرے سے ہنسا۔

"اوہ! آپ رومال کی بات کر رہے ہیں۔" ارفع نے اس کی بات سمجھ کر گہری سانس لی۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں کھرا آدمی ہوں ارفع' وعدوں کا بھی سچا ہوں اور جذبوں کا بھی' آنے کا کہا ہے تو ضرور آؤں گا آپ بس منتظر رہیے گا۔"

اربا کو یہ پیغام کوئی تسلی نہیں دے پایا۔ وہ ارفع کو وہیں چھوڑ کر ناچی کے ساتھ چلی آئی تھی۔ زعیم کی پر تپش نگاہوں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

☆ ☆ ☆

اربا کے اندر کی تپش بڑھتی جا رہی تھی۔ اسے لگا تھا کہ آج جب ان کی روانگی ہے تو زعیم لازما" اپنی چپ کا روزہ توڑے گا وہ پورے آدھے گھنٹے اس کے سامنے بیٹھی رہی اقرار کے چند خوب صورت پل سمیٹنے کے انتظار میں دل کو دھڑکاتے اس کے گمبھیر لہجے میں جذبوں اور شدتوں سے مہکتے کسی اظہار کی تمنا میں۔۔۔ مگر اس نے کیا کیا۔ اس کی ساری خواہشوں پر ٹھنڈا پانی ڈال دیا اور پھر ارفع کے آنے کے بعد جو ذو معنی گفتگو شروع کی۔۔۔ اس نے مزید اربا کو سر سے لے کر پاؤں تک سلگا کر رکھ دیا تھا۔ گھر آنے کے بعد وہ سر درد کے بہانے سیدھی کمرے میں چلی آئی۔ زعیم تھوڑی دیر بعد ہی گھر آ گیا تھا اور اربا سمجھ گئی کہ وہ آج اتنی جلدی گھر کیوں آیا تھا۔ مگر اس نے بھی قسم کھا لی تھی جانے کے آخری لمحے تک اسے اپنی صورت نہ دکھانے کی اسی لیے اس نے دوپہر کے کھانے کے لیے بھی منع کر دیا۔

"ٹھیک ہے زعیم اگر تم سمجھتے ہو کہ اربا تمہاری ہر ان کہی بات بھی سمجھ جائے گی تو آج میں تمہاری یہ غلط

تمہیں دور کر رہی ہوں۔ اگر تم اپنی اس خاموشی میں خوش ہو تو اب میں بھی تمہیں انجان بن کر دکھاؤں گی کوستے رہنا پھر ساری زندگی اپنے اس گونگے پن کو۔

اس کا غصہ شدید تھا۔ انھیں وسیم بھائی کے ساتھ لاہور جانا تھا اور پھر وہاں سے کراچی کے لیے فلائی کر جانا تھا۔ بالآخر ان کے جانے کا لمحہ بھی آ ہی گیا تھا۔ سب کافی اداس تھے۔ سونیا بھی اپنے شوہر کے ساتھ ملنے آئی تھی۔ ارفع نے ان سے کراچی آنے کا وعدہ بھی لیا تھا۔

اس وقت جب سب انھیں رخصت کرنے کے لیے باہر ہی موجود تھے اس کی نظریں زعیم کو ڈھونڈتی رہیں مگر وہ کہیں نظر نہیں آیا۔ پھر ایک ایک سے گلے ملتے دعائیں لیتے وہ دونوں باہر نکل آئی تھیں۔ سامنے ہی گاڑی کے ساتھ وسیم بھائی موجود تھے اور زعیم ان سے کچھ بات کر رہا تھا۔ ان کی آمد پر دونوں ہی ان کی جانب متوجہ ہو گئے۔ اس سے ملی پہلی نظر غیر ارادی تھی حالانکہ اربا نے تہیہ کیا ہوا تھا اسے نہ دیکھنے کا اور اسے دیکھتے ہی زعیم کی آنکھوں میں جو بے پناہ شکوہ ابھر آیا تھا۔ وہ گڑبڑا کر نظریں جھکاتے اپنی چادر درست کرنے لگی تھی۔

سیاہ چادر کے ہالے میں اس کے گلابی روپ کو وارفتگی سے تکتے وہ تقریباً گرد و پیش سے غافل ہو گیا تھا۔ آج جب وہ ہر لمحہ اسے اپنی نظروں کے سامنے دیکھنا چاہتا تھا اس سنگدل لڑکی نے اس کی یہ خواہش بھی پوری نہیں ہونے دی تھی۔ اتنا تو وہ سمجھ ہی گیا تھا کہ وہ جان بوجھ کر اس کے سامنے نہیں آئی تھی۔ مگر کیوں؟ یہ سوال اسے پریشان کرنے لگا تھا۔ اس کے رویے میں آنے والی یہ واضح تبدیلی اس عجیب سے اضطراب میں مبتلا کر گئی تھی۔

پچھلا دروازہ کھولنے پر پہلے ارفع اندر بیٹھی پھر اس کی باری آئی وہ مسلسل اس کی بے حد نظریں خود پر محسوس کر رہی تھی۔ مگر پھر بھی اس نے ایک نظر بھی اس کی طرف نہیں دیکھا حالانکہ دل مچلا جا رہا تھا۔ لیکن دماغ پر چھایا غصہ اتنا شدید تھا کہ اس نے دل کی ایک نہیں چلنے دی۔

"اللہ حافظ۔" دروازہ بند کرتے اس کی بوجھل آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی اور اس نے بجائے جواب دینے کے اس کی سمت سے رخ [illegible] لیا۔ زعیم تڑپ گیا۔

"بہت بری ہو تم اربا۔ ایک تو دوریاں سونپ رہی ہو۔ اس پر یہ بے رخی یہ دوہرا ستم کس لیے۔"

"اللہ حافظ زعیم۔۔۔ ہمیں آپ کا انتظار رہے گا۔" ارفع نے کہا تھا۔ وہ تو یوں لاتعلق بیٹھی تھی جیسے جانتی ہی نہ ہو۔

"اربا بد تمیز! اللہ حافظ تو کہہ دو۔" ارفع نے ایک چپت لگائی۔

وہ جانتی تھی زعیم کی جلتی ہوئی منتظر نگاہیں اسی پر جمی ہیں مگر نہ تو اس نے زاویہ بدلا نہ اسے دیکھنے کی کوشش کی "اللہ حافظ!" سپاٹ لہجے میں کہنے کا انداز ایسا تھا جیسے ارفع کو کہہ رہی ہو۔ زعیم خود پر قابو کھونے لگا تھا۔ دل چاہ رہا تھا ضبط کے سارے بندھن توڑ کر احتیاطیں بھاڑ میں جھونک کر وہ اسے جھنجھوڑ کر اس رویے کی وجہ پوچھے۔

"میں تو پہلے ہی مشکل میں ہوں۔ کیوں جاتے جاتے مجھے وحشتوں میں دھکیل رہی ہو۔ کیوں میری دیوانگی کو جنون کی راہ دکھا رہی ہو۔" مگر کچھ کہنے کے بجائے وہ لب بھینچے کھڑکی کے پاس سے ہٹ گیا تو اس کا یہ دل گرفتہ اور ہارا ہوا انداز اربا نے دیکھا اور اس کا دل ایک لمحے کے لیے تھم سا گیا تھا۔

"یہ کیا کیا تم نے۔۔۔ جاتے جاتے اسے اتنا ہرٹ کر دیا۔" تھوڑی دیر بعد ہی اسے شدت سے احساس ہوا تھا۔ اس کی شکوہ کناں آنکھیں جیسے اس کے دل میں کھب گئی تھیں۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے کی خواہش بمشکل دباتے اس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔

☆ ☆ ☆

ثمر اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے کھاتے پیتے [illegible] نہ کوئی قصہ سنتے رہنا چاہتی تھی اور ارفع کے پاس [illegible]

وقت ایک قصہ موجود رہتا تھا اسے سنانے کو۔ ان کے آنے کے بعد اس نے سب سے پہلے تو یہی پوچھا تھا "زعیم بھائی کو دیکھا تم لوگوں نے۔۔۔ کیسے لگے؟" اس کے لہجے میں اس درجہ بے تابی تھی گویا وہ دونوں صرف اسی مقصد کے لیے تو وہاں گئی تھیں۔

"گریس فل' ڈیشنگ اینڈ سینس ایبل!" ارفع نے جواب دیا تھا۔

"اور تمہیں۔۔۔؟" اس نے اربا کی طرف دیکھا۔

"اس سے کیا پوچھتی ہو۔۔۔ اس نے تو کبھی اس سے ڈھنگ سے بات بھی نہیں کی اور اتنی بے شرم ہے آتے ہوئے اس کو خدا حافظ تک نہیں کہہ رہی تھی میں نے زبردستی کہلوایا۔" ارفع کو ابھی تک اس بات پر غصہ تھا۔

"دل و جان تو سونپ کر آگئی ہوں اسے۔ کیا یہ کافی نہیں ہے۔" وہ اپنے زخم کے کھرنڈ پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔

"لیکن کیوں اربا۔۔۔ وہ تو اتنے نائس ہیں۔" ثمر نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"اور ایک وہی کیا۔ اس نے تو وہاں کسی سے بھی سیدھے منہ بات نہیں کی۔۔۔ عجیب بے زار سی صورت بنا رکھی تھی اوپر سے خود کو بخار الگ چڑھا لیا۔" ارفع ایک ایک کر کے سارے کھاتے کھول رہی تھی۔ "مجھے تو لگا تھا یہ وہاں جا کر سب سے زیادہ انجوائے کرے گی۔" ثمر نے اسے جانچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔

"ہونہہ انجوائے۔" ارفع نے طنزیہ انداز میں دہرایا۔

"میرا تو خیال ہے وہاں جاتے ہی اس پر کوہ قاف کا کوئی جن عاشق ہو گیا تھا۔ سچ کہتی ہوں ثمر۔۔۔ مجھے تو یہ اپنی بہن لگ ہی نہیں رہی تھی۔"

"تو ابھی مجھے کون سا لگ رہی ہے کہیں وہ جن اس کے پیچھے یہاں تک تو نہیں کھنچا چلا آیا۔" ثمر ہنسی۔

"تم لوگ اپنی یہ بکواس بند نہیں کر سکتے۔" وہ جو کافی دیر سے خاموش بیٹھی تھی۔ چیخ کر بولی تھی اور وہ دونوں ہی متحیر سی اسے دیکھنے لگیں۔ اس کا انداز کہیں سے بھی نارمل نہیں تھا۔۔۔ اس کا تپتا ہوا چہرہ اور سرخی چھلکاتی آنکھیں ارفع کو لگا وہ اندر ہی اندر جل رہی ہو۔

"ہم۔۔۔ ہم تو صرف مذاق کر رہے تھے اربا۔" ارفع کا لہجہ دھیما ہوا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں؟"

"کچھ نہیں۔۔۔!" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے اعصاب بکھرنے لگے تھے اور اس سے پہلے کہ وہ ان کے سامنے ہی اپنا بھرم کھوتی۔ ان کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی کمرے سے نکل گئی تھی۔

رات جب وہ ٹی وی لاؤنج میں کوئی مووی دیکھ رہی تھیں امی نے آکر ان کے سروں پر بم پھوڑا۔

"ابھی تھوڑی دیر پہلے سامعہ کا فون آیا تھا۔"

"اچھا۔۔۔ کیا کہہ رہی تھیں؟" ارفع نے ٹی وی پر سے نگاہیں ہٹا کر انھیں دیکھا۔

"سامعہ بتا رہی تھی کہ ان کی ساس آنا چاہ رہی ہیں کراچی۔" امی نے اتنا ہی کہا تھا کہ ارفع اچھل پڑی اور اربا جم سی گئی۔

"خدا خیر کرے کیوں آنا چاہ رہی ہیں کراچی۔" کچھ کچھ معاملہ بھانپ کر ارفع کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ آپی کی باتیں تو ابھی تک اس کے ذہن میں تازہ تھیں اور اربا کا دل اس کی آنکھوں میں دھڑکا تھا اس لمحے کوئی اس کی جانب متوجہ نہیں تھا ورنہ ضرور مشکوک ہو جاتا۔

"پہلے پوری بات سن لیا کرو ارفع بیچ میں ٹوک دینے کی تمہاری یہ عادت مجھے زہر لگتی ہے۔" امی برہم ہوئیں وہ چپکی ہو رہی۔

"سامعہ کہہ رہی تھی کہ اس کی ساس کو تم بہت پسند آئی ہو اور اسی لیے وہ پہلے ہماری مرضی جاننا چاہ رہی ہیں تاکہ بعد میں باقاعدہ طریقے سے رشتہ مانگنے یہاں آئیں۔"

اربا کا ذہن سائیں سائیں کرنے لگا۔ وہ پتھرائی ہوئی نظروں سے انھیں دیکھتی رہ گئی۔ امی کو سننے میں غلطی

ہوئی تھی یا پھر سامعہ کو سمجھنے میں۔

"کیا امی کیا کہا آپ نے ۔۔۔ انہیں میں پسند آئی ہوں میں۔" ارفع نے اپنی جانب اشارہ کر کے بے یقینی سے دریافت کیا۔

"ہاں سامعہ نے تو یہی کہا تھا اصل میں اس کی ساس تمہارے ناموں میں کنفیوز کر جاتی ہیں۔ اس لیے انہوں نے کہا تھا کہ بڑی والی جب سامعہ نے ان سے پوچھا کہ ارفع؟ تب انہوں نے جلدی سے تائید کر دی تھی کہ ہاں وہی۔" امی نے پوری تفصیل بتا دی۔ ارفع نے ہونٹ بھینچ لیے تھے۔ ابھی اس نے اریبا کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ جس کی رنگت سفید پڑ چکی تھی۔

"آپی کو غلط فہمی بھی تو ہو سکتی ہے۔" ارفع دھیرے سے بڑبڑائی پھر کسی خیال کے آتے ہی اس نے چونک کر امی کی طرف دیکھا۔

"کہیں آپ نے ہاں تو نہیں کر دی؟"

"ارے کیسے کیسے ایک فون پر ہاں کر دیں ۔۔۔ ابھی تو میں نے تمہارے ابو کو بھی نہیں بتایا سوچیں گے ۔۔۔ غور کریں گے تب ہی کوئی فیصلہ ہو گا۔" امی کہہ کر کمرے سے نکل گئی تھیں۔

"لگتا ہے ارفع کا جادو وہاں سر چڑھ کر بولا ہے جبھی تو تین دن بعد ہی رشتے کی کال آ گئی۔" ثمر خوشی سے چہکی تھی اور ارفع کا پارہ آسمان کو چھونے لگا تھا۔

"کہا بھی تھا میں نے آپی سے کہ مجھے گاؤں میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔ نہیں بننا ہے مجھے کسی پینڈو کی وومن پھر بھی یہ آپی دشمنی کرنے پر تلی بیٹھی ہیں میرے ساتھ۔" وہ غصے اور بے بسی سے مٹھیاں بھینچ رہی تھی۔ ثمر نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا۔

"خدا کا خوف کرو ارفع ۔۔۔ تمہاری زبان نہیں کانپی زعیم بھائی جیسے ڈیسنٹ اور گریس فل شخص کو پینڈو کہتے ہوئے ۔۔۔ بلکہ کل تو تم خود بھی یہی کہہ رہی تھیں ۔۔۔" ثمر کا انداز ملامت کرنے والا تھا وہ سچ مچ شرمندہ ہو گئی۔

"میں وہ سب نہیں کہنا چاہ رہی تھی۔ یہ تو آپی نے مجھے غصہ دلا دیا ۔۔۔ مجھے ان سے بات کرنی پڑے گی۔

میرے اتنے واضح انکار کے بعد بھی کیا سوچ کر انہوں نے یہ بات کی۔"

"میں تو بہت خوش ہوں اور مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ زعیم بھائی کی اماں کو کم اور انہیں تم نے زیادہ امپریس کر دیا ہے کہ ان سے ایک ہفتے بھی انتظار نہیں ہوا۔" ثمر ان دونوں کی کیفیتوں سے بے نیاز اپنی دھن میں کہے جا رہی تھی۔

اریبا کا دل اندر ہی اندر ڈوب رہا تھا۔ اسے ڈر تھا کہیں اس کی دماغ کی نس ہی نہ پھٹ جائے۔ اس نے تو ان چند دنوں میں ہی ہجر کا ہر رنگ دیکھ لیا تھا۔ سہہ لیا تھا جھیل لیا تھا اور اب اس سے ہمیشہ کے لیے جدائی کا سوچا تو اس کے جسم سے جان نکلنے لگی تھی۔

"تمہاری کون سے لاٹری لگی ہے۔ جو تم اتنے دانت نکال رہی ہو۔" ارفع نے ثمر کو کافی خونخوار نگاہوں سے گھورا۔

"کیا میں نے تم لوگوں کو کبھی بتایا نہیں کہ مجھے زعیم بھائی کتنے اچھے لگتے ہیں۔" وہ کہہ رہی تھی۔

"اچھا میں کہہ دیتی ہوں امی سے میرے بجائے تمہارا رشتہ طے کر دیں۔"

"اگر انہوں نے میرے لیے رشتہ بھیجنا ہوتا تو پچھلی بار ہی بھیج دیتے۔ اب تو انہوں نے تمہارے لیے رشتہ بھیجا ہے۔" اس کی آنکھیں شرارت سے چمکی تھیں۔

اریبا مزید اپنا ضبط آزمانے کے بجائے اپنے کمرے میں چلی آئی ارفع اس وقت اپنی ہی پریشانی میں الجھی ہوئی تھی ورنہ اس کی اڑی ہوئی رنگت اور خاموشی سے کوئی نتیجہ اخذ کر ہی لیتی

"تم نے یہ کیا کیا زعیم ۔۔۔ تم میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہو میں تو تمہاری محبت میں اتنا آگے نکل آئی ہوں کہ اب پیچھے پلٹنا بھی ممکن نہیں رہا اور تم ہم اس طرح مجھے بیچ راہ میں چھوڑ دو گے۔ تم اپنی خاموشی کا یوں فائدہ نہیں اٹھا سکتے ۔۔۔ تم میرے ساتھ ایسا دھوکا نہیں کر سکتے۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ اتنے دنوں سے دل میں جو گھٹن سی بھری ہوئی [illegible]

اسے پیچھے نکلنے کا بہانہ مل گیا تھا۔ اریبا کو تو یہی سوچ ہلکان کر رہی تھی کہ اماں بھی اتنا بڑا فیصلہ زعیم کی مرضی کے بغیر نہیں کر سکتیں اور اگر زعیم کی مرضی اس میں شامل ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اریبا سے اس کی آنکھوں نے جتنے بھی اقرار کیے جو پیمان باندھے وہ وعدے وعید ۔۔۔ وہ پاگل کرتے جذبے وہ بے قراریاں وہ وارفتگیاں سب جھوٹ تھا فریب تھا اور وہ اس کی چھلی آنکھوں کی باتوں میں آ کر اپنا سب کچھ ہار گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

"میں نے صبح آپی سے بات کی تھی۔"

وہ کٹنگ بورڈ پر سبزیاں کاٹ رہی تھی اور ثمر اسی وقت کالج سے واپس آئی تھی۔ ارفع نے ان دونوں کو مخاطب کر کے کہا اریبا کا کٹتے کٹتے ہاتھ رکا کہ اگر زعیم کی کوئی بات کرنی ہے تو کچن سے نکل کر کرو مگر پھر چپ رہ گئی۔

"اچھا ۔۔۔ کس سلسلے میں؟" فریج سے پانی کی بوتل نکال کر ثمر سلیب پر چڑھ کر بیٹھ گئی۔

"اس رشتے کے سلسلے میں پتا ہے آپی نے ایک عجیب بات بتائی آپی نے کہا کہ اماں کو تو ہم دونوں ہی پسند تھیں مگر زعیم نے میرے لیے ان سے پسندیدگی کا اظہار کیا تو ان کا ذہن کلیئر ہو گیا کہ انہیں کسے اپنی بہو بنانا ہے۔"

چھری کاٹ ٹماٹر کے بجائے اس کی انگلی پر لگا تھا۔ خون بھل بھل بہنے لگا۔ اس کا دل چاہا وہ یہ چھری اپنی کلائی پر ہی پھیر دے۔

"تو اس میں عجیب کیا ہے۔ اب تم اتنی بھی گئی گزری نہیں ہو کہ کوئی تمہیں پسند ہی نہ کر سکے۔" ثمر نے بات کو شرارت کا رنگ دے دیا۔ ارفع کی آنکھوں میں برہمی جھلکی۔

"بکواس مت کرو ۔۔۔ مجھے عجیب اس لیے لگ رہا ہے کہ زعیم بہت الگ بندہ ہے۔ ثمر جو بات اس کے دل میں ہوتی ہے وہی اس کی آنکھوں اس کی زبان پر بھی ہوتی ہے اور اتنے دنوں میں مجھے ایک بار بھی کبھی ایک لمحے کے لیے بھی یہ محسوس نہیں ہوا کہ وہ مجھ میں اس

لحاظ سے دلچسپی لے رہا ہے۔ پھر اس طرح اچانک سے اس نے میرے بارے میں ایسا کیسے کہہ دیا۔" وہ شدید الجھن کا شکار لگ رہی تھی۔

"اب کہہ دیا تو کہہ دیا تم کیوں بال کی کھال اتار رہی ہو اتنے زبردست انسان ہیں زعیم بھائی تمہیں تو خود پر رشک کرنا چاہیے کہ انہوں نے تمہیں چنا۔" ثمر بات سنجیدگی سے کہہ رہی تھی اریبا کی آنکھوں کے سامنے چیزیں دھندلانے لگی تھیں وہ سنک کے پاس آ کر اپنی جلتی ہوئی آنکھوں پر پانی کے چھینٹے مارنے لگی۔

"ہاں یہ بات تو آپی نے بھی کی۔" ارفع نے سر ہلایا۔

"انہوں نے کہا کہ میں جانتی تھی تم بہت ہنگامہ کرو گی مگر جب مجھے پتا چلا کہ اماں کے علاوہ یہ زعیم کی بھی خواہش ہے تو میں جیسے ہر بات بھول گئی۔ یہ خوشی ہی ایسی تھی زعیم جیسا ہیرا انسان میری بہن کا نصیب بنے اس سے بڑی بات میرے لیے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔ آپی نے مجھے یہ مشورہ بھی دیا کہ بنا سوچے سمجھے میں کوئی بھی فیصلہ نہ کروں ۔۔۔ یہ بات تو میں بھی جانتی ہوں کہ زعیم بہت اچھا انسان ہے مگر تم دونوں ہی جانتی ہو کہ میں نے کبھی گاؤں میں رہنے کے بارے میں نہیں سوچا ۔۔۔ اگر زعیم کے ساتھ گاؤں کا حوالہ نہ ہوتا تو میں سوچ سکتی ۔۔۔ اچھا ہوتا یہ رشتہ اس کے لیے آتا۔" ارفع نے بات ختم کر کے گہری سانس لی۔

"مگر زعیم بھائی نے تو تمہارے لیے پسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔" ثمر نے اسے یاد دلایا۔

"مجھے یہ بات بھی کھٹک رہی ہے اور اس لیے میں نے زعیم سے بات کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"کھٹکنے سے تمہاری کیا مراد ہے۔" ثمر چونکی۔

"کیا زعیم بھائی نے ایسا نہیں کہا ہو گا ۔۔۔ یا پھر آپی کو سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔"

"کچھ بھی ہو سکتا ہے ۔۔۔ یہ تو زعیم سے بات کرنے کے بعد ہی پتا چلے گا۔" وہ کہہ کر کچن سے نکل گئی۔

"یہ تمہیں کیا ہوا؟" اس کی سرخ آنکھوں کو دیکھ کر ثمر نے سوالیہ انداز میں ابرو اچکائے

"پیاز کاٹ رہی تھی۔" اس نے دھیرے سے کہہ کر نگاہیں چرائیں۔

"مگر تم تو ٹماٹر کاٹ رہی تھیں۔" ثمر کی نظر کٹے ہوئے ٹماٹروں پر پڑ چکی تھی۔

"تم کیوں میرا دماغ چاٹنے لگی ہو۔۔۔ چلی کیوں نہیں جاتیں۔" اس کا لہجہ تلخ ہوا تھا۔ وہ چند لمحے تو حیرت سے اسے دیکھتی رہی پھر کسی قدر خفگی سے باہر نکل گئی۔ اسے یکایک ہی بے تحاشا شرمندگی محسوس ہوئی۔

"کیا کر رہی ہوں میں۔۔۔ پاگل ہو گئی ہوں اس بیوفا شخص کے لیے۔" سر تھام کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے بے بسی سے سوچا تھا۔ آنکھیں پھر سے ڈبڈبانے لگی تھیں اس نے میز پر دھرے اپنے بازوؤں پر سر رکھ دیا۔

"تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا زعیم، میں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا اس پوری دنیا میں تمہیں میں ہی نظر آئی تھی بیوقوف بنانے کے لیے ایک طرف مجھے پاگل بناتے رہے اور "اور دوسری طرف میری بہن کے ساتھ زندگی گزارنے کی پلانز۔۔۔ میں کیسے بتاؤں گی اسے تمہارے اس دھوکے کے بارے میں، تم نے تو کبھی مجھے اپنی زبان سے کوئی امید، کوئی یقین دلایا ہی نہیں اور میں پاگل آخر تک یہی آس تھامے رہی کہ تم اب مجھ سے کچھ کہو گے اب کہو گے اور تمہارے لیے تو یہ سب صرف ایک کھیل تھا محض وقت گزارنے کا ایک بہانہ میرے جذبوں کا مذاق اڑا رہے تھے تم؟" روتے روتے اس کے سر بھاری ہونے لگا تھا مگر اندر نہ جانے کون سا دریا چڑھا تھا کہ آنسو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔

"تم نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا زعیم خدا کرے تم۔۔۔" وہ اسے بد دعا دیتے دیتے رک گئی دل کانپ سا گیا تھا۔ وہ اسی کی دھڑکنوں میں بستا تھا۔ کیا وہ اسے بد دعا دے سکتی تھی۔

"خدا کرے تم ہجر و فراق جیسے لفظوں سے ہمیشہ نا آشنا ہی رہو، تڑپ اور بے قراری کبھی تمہارے دل پر دستک نہ دے جسے چاہو وہ اپنی محبتوں اور چاہتوں سے تمہاری زندگی میں خوشیوں کے سارے رنگ بھر دے" بد دعا تو نہیں لیکن دعا دل کی گہرائیوں سے نکلی تھی کتنے ہی آنسو ٹیبل کی چکنی سطح پر پھیلنے لگے تھے اسے احساس ہی نہیں تھا۔

☼ ☼ ☼

ارفع نے آپی سے زعیم کا نمبر لے تو لیا مگر اب اسے جھجک سی ہو رہی تھی۔۔۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا، زعیم سے کیا بات کرے گی اور کیسے بات کرے گی۔ اگر اس نے کہہ دیا کہ ہاں میں نے ہی اماں کے سامنے تمہارا نام لیا تھا مجھے تم میں ہی اپنا آئیڈیل نظر آیا تب اس کے پاس کیا بچے گا کہنے کے لیے پھر اس نے ایک دم ہی تمام سوچوں کو ذہن سے جھٹک دیا اور اپنی اٹل بے خوفی کے ساتھ کال ملالی۔ اگر اس طرح ہچکچاتی رہتی تو پھر اسے حجلہ عروسی میں ہی اس سوال کا جواب ملتا۔ زعیم نے دوسری ہی بیل پر کال ریسیو کر لی تھی۔

"ہیلو السلام علیکم۔" اس کی بھاری۔۔۔ آواز سے ہی ارفع نے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔۔۔ آپ!" وہ چند لمحے رکا شاید الجھن میں پڑ گیا تھا۔

"میں ارفع بات کر رہی ہوں کراچی سے۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"ارفع جی۔" یہ سنتے ہی اس کی آواز سے بشاشت چھلکی تھی۔

"کیسی ہیں آپ۔۔۔ ویسے آپ نہ بھی بتاتیں تو بھی میں پہچان گیا تھا آپ کو۔"

"آپ مذاق کر رہے ہیں۔" وہ بے یقینی سے بولی۔

"بالکل نہیں۔۔۔ آپ کی آواز میں ہے کچھ ایسا خاص کہ میں نہ پہچاننے کی غلطی کر ہی نہیں سکتا تھا اور پھر ہماری کافی لمبی کنورسیشن بھی ہوتی رہی ہے۔"

"جی! وہ تو آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں پھر بھی میں حیران ضرور ہوں۔" اس نے صاف گوئی سے کہا تھا۔

"چلیے اب حیران ہونا چھوڑ دیجیے اور یہ بتائیے

آج ہماری یاد کیسے آگئی آپ کو آپ تو خیر نہ بھولنے کا دعوا کر کے گئی تھیں۔ مگر اتنی جلدی مجھے قطعی امید نہیں تھی۔" وہ بہت خوشدلی سے بات کر رہا تھا۔ ارفع کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔

"اگر آپ کی مراد اس فون کال سے ہے تو یوں یاد کرنے کی زحمت تو آپ نے بھی نہیں کی۔" وہ ہنس پڑی۔

"شکوہ نہ کریں ارفع جی۔ یہاں تو یہ حال ہے کہ پھر پتا رات اور دن کی تفریق کے آپ کے گھر کا فون مستقل بجتا ہی رہے گا اور زیادہ نہیں تو عارضہ سماعت میں مبتلا ہو کر تو آپ مجھے کوسنے پر مجبور ہو ہی جائیں گی۔" وہ کافی ہلکے پھلکے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ مگر ارفع اس بات کی معنی خیزی محسوس کر کے عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گئی

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"کیسے ہیں آپ؟" اس نے بات بدلتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل اچھا نہیں ہوں۔۔۔ آپ نے اپنی بہن کی خیریت نہیں بتائی۔" وہ ایزی ہو کر بیٹھ گیا تھا شاید۔

"اربا۔۔۔ آپ اربا کی بات کر رہے ہیں۔" اس نے چونکتے ہوئے کہا۔

"جی۔" "اربا نہیں جان زعیم کہیے آج کل میری جان عجیب سی بے چینی کے حصار میں ہے اس لیے مجھے یقین ہے وہ بھی ٹھیک نہیں ہو گی۔ زعیم نے بدقت خود کو یہ کہنے سے روکا تھا۔ آج اس لمحے ارفع کی آواز سن کر اس کا دل کتنی شدت سے مچل اٹھا تھا اس دشمن جان کی آواز سننے کے لیے اس کی ہر دھڑکن اس کا نام جپنے لگی تھی۔۔۔ اس نے بمشکل دل کو سنبھالا۔

"جی۔۔۔ اچھی ہے وہ بھی۔" ارفع نے کہا تھا اور اس کا دل بے اختیار چلا اٹھا۔

"بالکل اچھی نہیں ہے وہ۔۔۔ میری نیندیں حرام کر گئی ہے مجھے آگ میں جلتا چھوڑ گئی ہے اور اب پلٹ کر خبر بھی نہیں لے رہی وہ کومل نرمل لڑکی اندر سے اتنی بے درد ہو گی۔ کاش مجھے پہلے پتا ہوتا۔"

"اصل میں۔۔۔ میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہ رہی تھی۔" ارفع الفاظ سوچنے لگی اپنا مدعا بیان کرنے کے لیے۔

"ہاں تو کہیے میں سن رہا ہوں۔"

"مجھے اس رشتے کے بارے میں آپ سے بات کرنی ہے جس کے لیے کچھ دنوں میں آپ کی اماں کراچی آنے والی ہیں۔" یہ کہہ کر ارفع نے دانتوں تلے ہونٹ دبا لیے۔

"اس بارے میں۔" زعیم نے حیرت سے دہرایا۔

"آپ کھل کر کہیں۔ کیا کہنا چاہ رہی ہیں۔" اس کا دل عجیب سے اندیشوں سے لرز گیا اربا کے اکھڑے اکھڑے تیور تو وہ یہیں دیکھ چکا تھا اور اب ارفع کی یہ فون کال۔ اضطراب نے اسے بری طرح جکڑ لیا تھا۔

"مجھے آپ سے یہ جاننا ہے کہ آپ نے اپنی اماں کے سامنے میرا نام کیوں لیا۔ ہمارے درمیان تو کبھی ایسی کسی بات کا تذکرہ تک نہیں آیا اور پھر آپ کو پہلے مجھ سے پوچھ لینا چاہیے تھا نا۔" وہ خفگی سے کہہ رہی تھی۔ لیکن زعیم کی سمجھ میں اس کی ایک بھی بات نہیں سمائی۔

"بخدا مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا آپ کیا کہہ رہی ہیں۔" بے بسی سے کہتے ہوئے اس کے لہجے سے شدید الجھن جھلک رہی تھی۔

"افوہ!" ارفع کچھ جھلائی۔

"اچھا میں آپ کو شروع سے بتاتی ہوں۔" ایک گہرا سانس لیتے ہوئے وہ اسے پوری تفصیل بتانے لگی اور ادھر زعیم کا دماغ بھک سے اڑ گیا اس کے انکشاف پر۔

"او میرے خدایا میں نے تو اماں کے سامنے اربا کا نام لیا تھا۔" وہ چکرا کر رہ گیا تھا۔

"کیا؟" ارفع اتنے زور سے چیخی کہ زعیم نے بے اختیار موبائل کان سے دور ہٹا لیا۔

"آپ نے اربا کا نام لیا تھا کیوں؟"

"کیوں کیونکہ۔" زعیم کو سمجھ میں نہیں آیا وہ کیسے اسے یہ بات بتا دے جو وہ ابھی تک اربا سے نہیں کہہ پایا تھا۔

"کیونکہ کیا؟" اس بار اس کی آواز میں غصہ شامل تھا۔

"کیونکہ۔۔۔ وہ یہاں سے جاتے جاتے میرا دل بھی اپنے ساتھ لے گئی ہے۔ میرا قرار، میرا چین بھی۔" زعیم کے دھیمے پر حدت لہجے میں کی گئی اس بات نے ارفع کی سماعتوں پر بجلی سی گرا دی تھی۔ وہ چپ سی رہ گئی۔ یہ بات ایسی تھی کہ اس کے ذہن سے الفاظ ہی غائب ہو گئے تھے کچھ کہنے کے لیے حتیٰ کہ وہ حیرت کا اظہار بھی نہیں کر پا رہی تھی۔

"آپ کی بہن نے بہت برا کیا ہے میرے ساتھ۔" وہ جیسے شکوہ کر رہا تھا۔

"یہاں سے جاتے ہوئے اس کا موڈ جتنا خراب تھا اس نے تو پہلے ہی میری نیندیں اڑا دی تھیں اور اب یہ نئی مصیبت پتا نہیں۔ وہ کیا سوچ رہی ہو گی۔ اگر مجھے پتا ہوتا کہ اتنی بڑی مس انڈراسٹینڈنگ ہو جائے گی تو میں بھابھی سے بات کر لیتا بلکہ مجھے یہی کرنا چاہیے تھا آپ دونوں کے نام ملتے جلتے ہیں شاید اس وجہ سے ان کو مغالطہ ہو گیا ہو گا میں نے بھی دوبارہ ان سے بات نہیں کی یہ میری دوسری غلطی تھی خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ نے بروقت مجھے بتا دیا ورنہ نہ جانے کیا ہو جاتا۔" اس نے سوچا بھی تو تھرا اٹھا تھا۔

"مجھے، مجھے یقین نہیں آ رہا کہ میں اتنی بے وقوف، احمق، پاگل بھی ہو سکتی ہوں۔" ارفع کے لہجے میں دنیا جہاں کی بے یقینی تھی۔

"میری نظروں کے سامنے اتنا کچھ ہو گیا اور مجھے پتا بھی نہیں چل سکا۔ او میرے خدا کتنے گھنے ہیں آپ دونوں۔" اس نے اپنا سر تھام لیا تھا۔

"اور یہ اریبا۔۔۔ اس نے بھی مجھ سے یہ بات چھپائی۔ میں تو سمجھ رہی تھی آپ دونوں کے بیچ تو کبھی رسمی سلام دعا بھی نہیں ہوئی مجھے کیا پتا تھا یہاں تو ہیر رانجھا کی داستان دہرائی جا رہی ہے۔" اس کی بے یقینی اب بتدریج غصے میں بدلتی جا رہی تھی۔

"خدا نہ کرے ارفع ان کی محبت کا انجام تو جدائی تھا۔" زعیم کو کچھ ہوا تھا اس کی بات پر۔

"ہوں تو یہ بات ہے۔" ارفع نے ایک گہری سانس لی۔

"جی ایسی ہی بات ہے آپ بتائیے اریبا کا ری ایکشن کیسا ہے۔ مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں اس ناکردہ جرم کی پاداش میں اس نے مجھے اپنے دل سے بے دخل نہ کر دیا ہو۔ میں تو ابھی تک اس کی بلاوجہ کی ناراضی سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا اب کیسے دلاؤں گا اسے اپنی بے گناہی کا یقین۔" اس کے لہجے میں از حد پریشانی تھی۔

"یہ تو آپ کو ہی سوچنا ہے؟" ارفع بے نیازی سے بولی۔

"اگر آپ مجھے اچھی ہونے والی سالی سمجھ کر یہ راز مجھ سے شیئر کر لیتے تو اتنا فیور تو میں آپ کو دے ہی دیتی۔ مگر اب ایسا کوئی چانس نہیں ہے اور جہاں تک بات ہے اریبا کے ری ایکشن کی تو پہلے تو میرے ذہن میں دور دور تک ایسا کوئی خیال نہیں تھا مگر سب یاد کر رہی ہوں تو اس کی چڑچڑاہٹ اس کے اترے ہوئے چہرے اور سرخ آنکھوں کا سبب سمجھ میں آ رہا ہے۔"

"اوہ!" اس کے دل میں چبھن سی ہونے لگی۔

"آپ ایک بار میری اس سے بات کروا سکتی ہیں پلیز۔"

"دل تو نہیں چاہ رہا۔ مگر کیا کروں۔ رعایت تو دینی ہی پڑے گی۔ بہنوئی جو بننے جا رہے ہیں۔" ارفع کا انداز ایسا تھا کہ اس کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

"تھینک یو سو مچ۔"

"اور ہاں ایک بات اور۔" ارفع کو اچانک ہی کچھ یاد آیا تو بول اٹھی۔

"آپ کو تو میں نے ہلکے میں چھوڑ دیا۔ مگر آپ کی اریبا اب میرے ہاتھوں سے بچنے والی نہیں ہے۔ دیکھیے گا میں کیا حال کرتی ہوں اس کا۔" اس نے ممکنہ حد تک لہجے میں سنگینی سموئی۔ وہ ہنس پڑا۔

"جو بھی کریں۔ بس اتنا دھیان رکھیں کہ مجھے بالکل صحیح سالم چاہیے۔ جیسی وہ یہاں سے گئی تھی

بالکل ویسی۔"

"کوئی گارنٹی نہیں ہے۔ آپ رکیے میں دیکھتی ہوں، وہ کہاں ہے پھر آپ سے بات کرواتی ہوں۔" کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ تھوڑی دیر پہلے یہ کال ملاتے ہوئے اس کا وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ معاملہ یہ رخ بھی اختیار کر سکتا ہے اور اب۔۔۔ سوچ سوچ کر اسے نئے سرے سے غصہ آنے لگا وہ اریبا کو ڈھونڈتے ہوئے کمرے میں آئی تو وہ وارڈروب سے اپنے کپڑے نکال رہی تھی۔ وہ خاموشی سے اس کے پاس آئی اور گہری نظروں سے اس کا جائزہ لینے لگی۔ مرجھایا سا حلیہ، بے ترتیب سے بال، جو دو دن پہلے کی گئی چوٹی سے نکل کر چہرے کے اطراف میں بکھرے تھے۔ زرد پڑی رنگت، ستا ہوا چہرہ، آنکھوں میں تیرتی گہری اداسیاں وہ سر تا پا اداسی کا مجسمہ بنی گھوم رہی تھی۔

"اس طرح گھور گھور کر کیا دیکھ رہی ہو۔۔۔ سر پر سینگ نکل آئے ہیں یا چہرے پر مونچھیں۔" اسے مسلسل اپنی جانب گھورتا پا کر وہ تپ گئی۔

"اگر یہ دونوں باتیں واقع ہو جاتیں تب بھی مجھے اتنی حیرت نہ ہوتی جتنا کہ۔۔۔" وہ کہتے کہتے چپ ہوئی۔

"یہ تمہاری آواز کو کیا ہوا؟" اس کی آواز کی بھراہٹ محسوس کر کے ارفع نے پوچھا۔

"گلا بیٹھ گیا ہے شاید۔" وہ کپڑے استری اسٹینڈ پر پھینک کر کرسی پر بیٹھ گئی۔

"کہیں رو رو کر تو نہیں بٹھا دیا زبردستی۔" اس نے طنزیہ لہجے میں پوچھا تو وہ گڑبڑا گئی۔

"کیا مطلب ہے۔۔۔ میں کیوں روؤں گی۔"

"چلو دفع کرو۔" ارفع نے بے زاری سے بات بدلی۔

"تمہارے لیے کال ہے۔" زعیم کا نمبر ملاتے ہوئے ارفع نے موبائل اس کی طرف بڑھایا۔

"کس کا فون ہے؟" اس نے موبائل تھامنے کی کوشش نہیں کی۔

"بات کر لو۔۔۔ خود ہی پتا چل جائے گا۔" ارفع نے سیل اسے پکڑاتے ہوئے تند لہجے میں کہا تو اس نے مزید کچھ کہے بنا اسے تھام لیا۔

"ہیلو!" سیل کان سے لگاتے ہوئے اس نے کچھ بے دلی سے کہا تھا۔

"اریبا۔۔۔!" زعیم کی بے تاب سی آواز سنتے ہی وہ ساکت ہوئی تھی اور دل یوں خاموش ہو گیا جیسے اب کبھی دھڑکے گا ہی نہیں۔ مگر یہ صرف چند پلوں کی بات تھی۔

اپنے آپ میں آتے ہی اس نے کال ڈسکنکٹ کر کے سیل فون مٹھی میں دبا لیا۔ دل میں جوار بھاٹا سا اٹھنے لگا تھا اور سانسیں ناہموار ہو گئی تھیں۔

"کیا ہوا اریبا۔۔۔ فون کیوں کاٹ دیا؟" ارفع جو پاس ہی کھڑی تھی حیرت سے دریافت کرنے لگی۔

"رانگ کال تھی۔" اس نے موبائل اسے تھما کر کمرے سے نکلنے کا قصد کیا تھا کہ ارفع نے اسے بازو سے پکڑ کر کھینچا۔

"ذلیل لڑکی، رائٹ کال کو رانگ کال کہہ رہی ہو۔۔۔ مسئلہ کیا ہے تمہارا زعیم سے بات کیوں نہیں کی۔" اسی اثنا میں موبائل بجنے لگا تھا۔ ارفع نے نمبر دیکھ کر کال ریسیو کی۔

"لو بات کرو۔"

"مجھے نہیں کرنی ہے کسی سے بات میرا پیچھا چھوڑو۔" زبردستی ارفع سے اپنا بازو چھڑاتی اس کی آواز اتنی بلند ضرور تھی کہ دوسری طرف ریسیور کان سے لگائے بے قرار و مضطرب زعیم کی سماعتوں تک با آسانی پہنچ گئی۔

"کرنی پڑے گی۔ اپنا یہ ڈرامہ بند کرو اریبا۔۔۔ نہیں تو میں تمہاری جان لے لوں گی پہلے ہی مجھے تم پر شدید غصہ آ رہا ہے۔" خونخوار لہجے میں کہتے ہوئے ارفع نے اسے بٹھایا اور خود ہی سیل اس کے کان سے لگا لیا۔ حلق میں پھندا سا لگ گیا تھا وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے اپنے آنسوؤں پر بند باندھنے کی کوشش کرنے لگی۔

"اربا۔۔۔ بہت ناراض ہو مجھ سے؟" اس کی سانسوں کا طوفان محسوس کر کے زعیم کا لہجہ بکھرا تھا انتہائی ملول مگر محبت اور اپنائیت بھرے اس کے انداز پر اربا کے آنسو بے قابو ہو کر بہہ نکلے تھے۔

"کچھ تو کہو اربا۔۔۔ مجھے اپنی آواز سنا دو۔۔۔ تمہاری یہ ناراضی بھری خاموشی میری اذیت سوا کر رہی ہے۔" اس کے لہجے میں التجا تھی۔

"اور جو تمہاری خاموشی نے مجھے دار پر لٹکائے رکھا اس کا کیا؟" یہ شکوہ اس کی زبان پر آتے آتے رکا تھا۔ ایک ہاتھ سے آنسو صاف کرتے اس نے دوسرے ہاتھ سے سیل پر گرفت جمائی۔ تو ارفع اس کے سامنے آ بیٹھی اور بغور اسے دیکھنے لگی۔

زعیم کو اس کی خاموشی پر بے چینی ہو رہی تھی مگر اربا نے کچھ نہ کہنے کی قسم کھا رکھی تھی شاید۔

"تم۔۔۔ تم جانتی ہو نا اربا۔۔۔ تمہیں پتا ہے میرے دل کا حال۔" اس کا لہجہ لڑکھڑا رہا تھا۔

"نہیں میں کچھ نہیں جانتی۔۔۔ مجھے غیب کا علم نہیں آتا۔۔۔ میں تمہارے دل میں نہیں جھانک سکتی۔" دل تو کب کا سب کچھ بھولے اس ستمگر کے سامنے جھک گیا تھا۔ مگر دماغ ابھی تک مزاحمت پر کمر بستہ تھا۔

"میں لمحہ لمحہ سلگا ہوں اربا۔۔۔ اور اب تم اس طرح بغیر کسی گلے شکوے کے بنا میری کوئی صفائی سنے مجھے سزا دو گی تو میں۔۔۔ میری جان پر بن آئی ہے اربا، پلیز مت کرو میرے ساتھ ایسا۔۔۔" بے ربط سے جملے کہتے نہ جانے کتنی کیفیتوں تلے دب کر اس کی آواز دھیمی پڑ گئی تھی اربا کو اپنا وجود پگھلتا محسوس ہوا۔

"میں آپ سے کس بات کی صفائی مانگوں اور کیوں۔" بالآخر وہ بول پڑی تھی۔ بڑی دقتوں سے اس نے لہجہ نارمل رکھنے کی کوشش کی تھی پھر بھی وہ چھلک ہی گیا۔

ادھر اس کی آواز نے زعیم کے چٹختے بکھرتے اعصاب کو کسی نرم مہربان ہاتھ کی طرح چھوا تھا سارا اضطراب پل میں اڑنچھو ہو گیا۔ سکون کی ایک میٹھی لہر اسے اندر تک شانت کر گئی تھی۔

"آپ نے مجھے ایسا کون سا یقین دلایا۔ جس کے بل بوتے پر میں آپ سے کچھ پوچھ سکوں۔ سچ تو یہ ہے لگتی ہوں آپ کو پاگل۔ آپ اپنی انا قائم رکھنے کے لیے اقرار کے دو لفظ نہیں کہہ سکتے اور میں اپنی عزت نفس روند کر آپ سے اس پیار کی بھیک مانگوں جو شاید کبھی ہمارے درمیان تھا ہی نہیں۔" وہ یا تو بول ہی نہیں رہی تھی اور اب بولنے پر آئی تو دل میں بھرا سارا غبار نکالتی چلی گئی۔ اس کا بس چلتا تو زعیم کا گریبان پکڑ کر ان گزرے دنوں کی اذیتوں اور تکلیفوں کا حساب مانگتی۔ جب وہ انجانے خدشوں اور اندیشوں میں گھر کر آدھی رہ گئی تھی۔ محض زعیم کی زبان بندی کے سبب۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو تم۔" زعیم کے اعصاب جھنجھنا اٹھے تھے۔

"ٹھیک کہہ رہی ہوں میں۔۔۔ مجھے لگتا ہے آپ کو صرف یہ دیکھنے کی چاہ تھی کہ آپ کس حد تک کسی کو اپنا اسیر بنا سکتے ہیں۔ تو بس دیکھ لیا آپ نے پتا چل گیا آپ کو۔۔۔ اب آپ ساری زندگی اپنی انا کو اس بات سے تسکین دیتے رہیں کہ ایک لڑکی کس طرح آپ کے عشق میں دیوانی ہو گئی تھی۔" اس کا غصہ ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔ ارفع بے حد حیرانی کے عالم میں اس کا بھیگا ہوا سرخ چہرہ تک رہی تھی۔ اس نے کب سوچا تھا ان کی اتنی گہری وابستگی کا۔

"اربا، اربا خدا کے لیے ایک بار میری بات سن لو۔" زعیم پاگل سا ہو گیا تھا اس کی اس قدر بدگمانیوں پر۔ وہ اس سے اتنی دور بیٹھی تھی کہ وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے اپنی دیوانگی دکھا بھی نہیں سکتا تھا۔

"میں تمہیں کیسے سمجھاؤں۔۔۔ کاش تم میرے پاس ہوتیں تو۔" وہ بے بسی سے کہتے کہتے رکا تھا۔

"جب پاس تھی تب کہاں تھے؟" اس کا لہجہ تلخ ہوا تھا۔

"تب۔۔۔" اس نے ایک گہری سانس لی۔

"تب میں سوچتا تھا جب تم۔۔۔ پوری طرح سے میری دسترس میں ہو گی۔ جب جب ہمارے بیچ کوئی دوری نہیں رہے گی تب میں تمہیں میرا ہر عمل سمجھا جائے گا کہ تم میرے لیے کیا ہو۔۔۔ میں بہت جذباتی بندہ ہوں اربا اور تم سے ملنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ میں تو پاگل بھی ہوں۔" اس کے لہجے سے چھلکتی وارفتگی اس کے ہر احساس سے لپٹ رہی تھی۔ اس کی ساری مزاحمت دم توڑنے لگی۔

"کیوں آنا یا اتنا پہلے کیوں نہیں کہا یہ سب۔" آنسو پھر سے اس کے رخسار تر کرنے لگے۔

"اپنے آنسو صاف کر لو اربا۔۔۔ مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔" وہ بے حد نرم لہجے میں گویا ہوا تھا۔

"آپ کو کیسے پتا۔" اس کے ہاتھ بے اختیار اپنے گیلے رخساروں پر گئے۔

"میرا دل تو مجھے تمہاری ہر بوجھل سانس کی خبر دیتا ہے پھر تمہارے آنسوؤں کی نمی محسوس کیسے نہ کرتا۔" زعیم نے دھیرے سے جس محبت بھرے انداز میں کہا۔ اس کے آنسوؤں میں روانی آ گئی۔

"میں جانتا ہوں تم بہت ہرٹ ہوئی ہو۔۔۔ مگر یہ ساری گڑبڑ اس غلط فہمی کی وجہ سے ہوئی یا پھر شاید میری جلد بازی کی وجہ سے لیکن میں کیا کرتا۔ میرے دل کی بس ایک ہی ضد تھی کہ اس بار جب تم میرے سامنے آؤ تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے میری بن کر آؤ۔ مجھ سے نہیں رہا جا رہا ہے تمہارے بنا تم یہاں تھیں تو دل کو ایک تسلی تو تھی کہ میں جب چاہوں تمہیں دیکھ سکتا ہوں مگر جب تم چلی گئیں تو ہر پل۔۔۔ جیسے میرے لیے ایک آزمائش بن گیا اور میں پھر بھی انتظار کر لیتا اگر تم جاتے ہوئے میری جان نہ نکال جاتیں۔" اس کے بھاری لہجے میں بے تحاشا شکوے تھے اربا کا من جل تھل ہونے لگا۔ کتنی بدگمان ہوئی تھی وہ ان چند دنوں میں وہ تو بالکل ویسا ہی تھا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ بے تاب اور بے قرار۔

"تم تو اتنی ظالم ہو ایک بار پیچھے مڑ کر دیکھا بھی نہیں کہ تمہارے اس بے گانگی بھرے رویے نے کیسے میرے دل کو طوفانوں کے حوالے کر دیا ہے۔ مجھے محسوس ہوا کہ اب اگر میں نے دیر کی تو کہیں میں تمہیں ہمیشہ کے لیے نہ کھو دوں۔ اپنے تئیں میں اماں کے سامنے تمہارا نام لے کر مطمئن ہو گیا تھا مجھے کیا پتا تھا۔ وہ اتنی بڑی غلط فہمی کا شکار ہو جائیں گی۔ وہ تو ارفع نے مجھے فون کر کے بتا دیا نہیں تو۔۔۔" اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"آئم سوری اربا۔۔۔ آئم سو سوری۔" وہ قدرے توقف سے بولا۔

"جب غلطی آپ کی ہے ہی نہیں تو سوری کیوں بول رہے ہیں۔" وہ اب خود کو سنبھال چکی تھی۔

"کیسے نہ کروں۔ پچھلے چند منٹ میں تمہاری اس خفگی نے میرا آدھا خون تو خشک کر ہی دیا ہے۔ ذرا دیر اور ناراض رہیں تو کہیں جان سے ہی نہ گزر جاؤں۔" وہ ہنس کر بولا تھا۔

"زعیم۔" اس کی آواز کانپ گئی تھی اور زعیم کا دل چاہا وہ پل میں یہ سارے فاصلے سمیٹ لے اس سے مل کر اپنی زندگی بنا لے۔

"میں نے آپ کو بہت ستا دیا نا۔" وہ نادم سی کہہ رہی تھی۔

"بہت اچھا کیا غصے میں ہی سہی تم نے یہ اقرار تو کیا کہ تم بھی میرے عشق میں دیوانی ہو گئی ہو۔" اس کے شوخ لہجے پر اربا کا رنگ گلابی پڑا تھا۔

سامنے بیٹھی ارفع جو کافی دیر سے اس کے تاثرات اور ایک آدھ جملے سے مفہوم اخذ کرنے کی کوشش کرتی رہی تھی۔ اب باتوں کا رخ بدلتا محسوس کر لیا تھا۔ اندر آتی ثمر کو اشارہ کر کے وہ اسے دھکیلتے ہوئے باہر لے آئی۔

"کیا ہوا؟" وہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔

"یوں سمجھ لو۔۔۔ یہاں ڈونٹ ڈسٹرب کا بورڈ لگا ہوا ہے۔"

"کیا مطلب؟" ثمر الجھی۔

"اربا کس سے بات کر رہی ہے؟"

"زعیم سے۔" ارفع نے اربا کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"زعیم بھائی سے؟" ثمر کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں اور ارفع نے اسے پوری بات بتا دی۔

"او مائی گاڈ۔" ثمر نے سر تھام لیا۔

"ارفع۔۔۔ تم تو خود کو فیس ریڈنگ ایکسپرٹ کہتی ہو نا پھر بھی تمہیں اتنا پتا نہیں چلا کہ۔۔۔" وہ اب بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"بس کرو۔۔۔ میں پہلے ہی خود کو کافی شرمندہ کر چکی ہوں۔" ارفع جھینپ گئی۔

"پتا نہیں میں اتنی بدھو کب سے ہو گئی۔ جانتی ہو ثمر میں وہاں زبیدہ کے لیے لائن کلیئر کرنے کی کوششوں میں تھی۔ تھینک گاڈ مجھ سے کوئی بڑی حماقت نہیں ہوئی۔" وہ جھرجھری لے کر رہ گئی۔

"چلو اپنی اس غفلت کا ازالہ تو تم نے آج زعیم بھائی کو فون کر کے کر دیا۔ ویسے میں شروع سے ہی تمہارے اور زعیم بھائی کے رشتے کے حق میں نہیں تھی۔" ثمر نے جس طرح اچانک سے پینترا بدلا ارفع ہکا بکا اسے دیکھتی رہ گئی۔

"کہاں تم جیسی شعلہ مزاج لڑکی اور کہاں زعیم بھائی جیسے نرم اور ٹھنڈے مزاج کے انسان ان کے لیے تو اربا جیسی لڑکی ہی ہونی چاہیے۔ سوفٹ سویٹ اینڈ سمپل۔۔۔ کیوں؟" آنکھوں میں شرارت لیے مسکراہٹ چھپائے وہ کہہ رہی تھی۔ ارفع اس کی شرارت سمجھ گئی پھر بھی کمر پر ہاتھ رکھے وہ چند لمحے تو اسے گھورتی رہی پھر یکایک ہی ہنس پڑی تھی۔

"واقعی۔ یہ دونوں صرف ایک دوسرے کے لیے بنے ہیں۔" سینے پر ہاتھ باندھے وہ دروازے سے سر ٹکا کر محبت سے اربا کو دیکھنے لگی۔

"میں بہت خوش ہوں ثمر مگر مجھے بس ایک ہی افسوس ہے۔"

"وہ کیا؟" ثمر چونکی۔

"اربا بہت دور چلی جائے گی آپی کی طرح اور پھر مہینوں بعد ہی کبھی ملاقات ہو گی۔" ارفع کے لہجے میں اداسی تھی۔ اربا صرف اس کی بہن ہی نہیں اس کی بہترین دوست بھی تھی۔

"سو تو ہے۔" ثمر نے سر ہلایا۔ پھر اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

"لیکن تم فکر مت کرو۔ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہی رہوں گی۔ جہاں تمہاری شادی ہو گی وہاں میرے لیے بھی ایک ڈھونڈ لینا ٹھیک ہے۔" اس کے شرارت بھرے لہجے پر ارفع نے اسے ایک دھپ لگائی تھی اور پھر دونوں ہی ہنس پڑیں۔

ادھر زعیم اربا سے کہہ رہا تھا۔

"یہاں میرے علاوہ کوئی اور بھی ہے جسے شدت سے تمہارا انتظار ہے۔"

"کون؟" اس نے الجھ کر پوچھا۔

"ہے تمہارا ایک دوست۔۔۔ اس کی آنکھ ہر روز مجھ سے یہی سوال پوچھتی ہے۔۔۔ اربا کب آئے گی اور میں کہتا ہوں اس بار وہ صرف میرے لیے آ رہی ہے تمہیں تو میں اس کے آس پاس بھی نہیں پھٹکنے دوں گا۔۔۔ بہت جلا لیا میرا جی۔"

"اوہ!" اس کے آخری جملے پر اربا خجل ہوئی تھی۔

"میں نے اس سے کہہ دیا کہ وہ لڑکی میری زندگی بن گئی ہے۔ میری سانسوں میں شامل ہے۔ میرے وجود کا حصہ ہے۔" وہ بے خود ہوتے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ اتنا عرصہ چپ کا قفل ہونٹوں پر ڈال رکھا تھا اور اب جب اس چپ کا جادو ٹوٹا تو ایسا والہانہ اظہار کہ اربا کے دل میں ہزاروں چراغ ایک ساتھ جل اٹھے تھے۔ روشنی ہی روشنی پھیل گئی تھی اندر بھی اور باہر بھی وہ اور بھی بہت کچھ کہہ رہا تھا اور اس کے چہرے پر دھنک رنگ پھیلتے جا رہے تھے۔

دلوں میں سمندر موجزن تھے اور انتظار کی مختصر سی مدت ابھی باقی تھی۔ مگر انتظار کی یہ تڑپ اس روح پرور احساس سے زیادہ نہیں تھی کہ یہ دوری بس چند دنوں کی ہے۔ ملن رت کے آنے میں اب زیادہ دیر نہیں۔

☆☆